

## حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت

دیباچہ  
محیفہ حام بن منبہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ☆

اللہ کا پیام اس کے بندوں تک بہت سے پیغمبروں نے پہنچایا مگر بدجنت انسان عموماً برادر کشی کے جذبے میں اس کو نیست و نابود کرتا رہا۔ صحف آدم و شیث و نوح تو بہت دور ہیں ”صحف ابراہیم“ بھی جن کا قرآن مجید (سورہ نمبر ۷۸ آیت نمبر ۱۹) میں ذکر ہے، اب کہاں ہیں؟ اسی بدجنت انسان نے تورات موسیٰ کے ساتھ یہ بتاؤ کیا کہ اس کے سارے نئے تباہ کر دیے زبانی یاد سے اس کے کچھ حصوں کا اعادہ ہوا تو کچھ عرصہ بعد ایک مرتبہ اور اسے یہی مصیبت اٹھانی پڑی ہمارے پاس اب تیسرا مرتبہ کا نسخہ ہے<sup>(۱)</sup> اور جیسا ہے اس سے سب واقف ہیں۔

تالیمود، مہنا اور ہگادا، وغیرہ کے نام سے یہودی احبار نے بعد کے زمانوں میں جو چیزیں لکھیں ان کے ”اصر و اغلال“ (قید و بند) کی شدت سے خدائے رحمان کو اپنے بندوں پر پھر ترس آیا اور حضرت عیسیٰ پیام محبت و مرحمت لے کر مبعوث ہوئے۔ انسان نے آپ کو تین چار سال بھی چین سے پرچار کا موقع نہ دیا۔ آپ وعظ ضرور کرتے رہے لیکن روپیشی کی دائیٰ ضرورتوں، اور امت کے اچھپن سے اس کا موقع کہاں کر اپنی انجلیں کا املاء کرتے یا اپنے مواعظ کے قلمبند ہونے کا انظام کرتے۔ آپ کے اس دنیا سے پرده فرمانے کے بعد آپ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں وغیرہ نے عرصہ بعد اپنی یادداشتیں مرتب کیں۔ ایسی ہر یادداشت انجلیں (یعنی بشارت و خوشخبری) کے نام سے موسوم ہوئی، ان انجلیوں کی تعداد بھی کثیر ہو گئی اور ان کے آپس کے اختلافات بھی شدید ہو گئے تو ان میں سے چار کا کسی نہ کسی طرح انتخاب کیا گیا<sup>(۲)</sup>۔ مستند انجلیں قرآن سے زیادہ کتب سیرت و حدیث سے مشابہت رکھتی ہیں یعنی صحابہ و تابعین اپنے نبی کے متعلق اپنے معلومات نیز موقع بوقوع خود نبی کے مفہومات کو جمع کرتے ہیں لیکن ان کی قدر و قیمت کی یہاں جائیں کا موقع نہیں ہے۔ صرف

اس بات کی طرف اشارہ کافی ہو گا کہ ان انجیلوں میں کہیں عقیدہ حثیت کا ذکر نہیں بلکہ تورات موسیٰ کی توثیق اور وحدانیت ربیٰ کی ہی تعلیم ہے لیکن آج نصرانیت اور سٹلیٹ لازم و ملزم ہو گئے ہیں۔ سنت اللہ کے مطابق پھر ایک اور قوم کا کلام ربیٰ کی تبلیغ و حفاظت کے لیے اختاب ہوا۔ یہ عرب تھے مگر کیسے؟

### امی عرب

سائی نسل کے چند قبیلے صحرائی اور ریتلے براعظم عرب میں رہتے تھے۔ کچھ ساحلی رقبہ کو چھوڑ کر، یہ زیادہ تر خانہ بدش لوگ تھے ان کے وطن میں پانی کی کیا تھی کہ وسائل تمدن ناپید تھے جس زمانے میں بین الامالک تجارت محض تبادلہ اشیاء پر محصر ہو اور عرب میں نہ تو زرعی اور نہ کوئی اور قدرتی ثروت ہوتا تو وہاں کے تمدن کی ترقی جتنی ست رہ سکتی ہے، وہ ظاہر ہے۔

چنانچہ علم اور تدوین علم کے سلسلے میں حروف تجھی کے استعمال کی ضرورت تھی۔ ان کی زبان میں اعراب کو چھوڑ دیں تو اٹھائیں آوازیں یا حروف صحیح تھے۔ کسی زمانہ میں انہوں نے کہتے ہیں کہ جیہہ (حالیہ کوفہ۔ عراق) والوں سے لکھنا سیکھا<sup>(۳)</sup> اور ان کے حروف تجھی کو اپنی زبان کے لیے استعمال کیا۔ یہ وہی حروف تجھی ہیں جن میں بعض دیگر اقوام کی طرف اب ہم اور عرب ہر دو اپنی زبانیں لکھتے ہیں۔ لیکن اسلام سے پہلے اس خط کی کیا حالت تھی؟ دوسری تمام کوتاہیوں کو چھوڑ بھی دیں تو محض یہ امر کہ اس میں زبر، زیر کا اعراب تو کیا حروف کے نقطے بھی نہ تھے۔ ابجد ہوز کے اٹھائیں حروف میں سے لفظ کے شروع میں (ب، ت، ث، ن، ی)، (ح، ح، خ)، (د، ذ)، (ر، ز)، (س، ش) (ص، ض)، (ط، ظ)، (ع، غ)، (ف، ق)، میں کوئی فرق نہ تھا۔ اور ہر چیز محض انکل پر پڑھی جاتی تھی۔ اس پر عربی زبان کی زرخیزی واقعی روشنی طبع کیا تھی بلاستے جان تھی۔ ایک معمولی مثال لیجئے (فیل) اسے فیل (ہاتھی) پڑھیں قیل (کہا گیا) قبل (پہلے) قتل، (جان سے مار ڈالا) یا فتل (رسی بٹھا)؟ بعض وقت کسی جملے میں سیاق و سبق ایک سے زیادہ تبادل صورتوں کا امکان رکھتا ہے۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ بدبویت اور روز گار کی دشواری سے اس کا موقع کھاں تھا۔ کہ لوگ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ کریں؟ اور توجہ کریں بھی تو کیا لکھیں اور کیا پڑھیں کہ علمی تحقیق و ترقی کا ملک کو نہ موقع ملا تھا۔ اور نہ اس کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ بڑے سے بڑے حضری مرکز، بستی اور شہر میں بھی، جہاں تاجر اپنے وصول طلب قرضوں کی یادداشت لکھتے ہوں گے پورہ بیس آدمیوں سے زیادہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ کچھ اندازہ ان مثالوں سے ہو گا۔

تقریباً ۷۰ میں جو اتا (مشرقی عرب، علاقہ الحماء) جیسے بڑے مقام پر رسول اکرم ﷺ نے ایک تبلیغ خط سمجھا تو راوی کہتے ہیں کہ سارے علاقوں اور قبیلے میں ایک شخص بھی نہ تھا جو خط کو پڑھ سکے۔ لوگ تلاش اور انتظار کرتے رہے تا آں کہ ایک بچہ ملا جس نے خط پڑھ کر سنایا<sup>(۲)</sup>۔ تقریباً اسی زمانے یا کچھ بعد کا واقعہ ہے کہ التمر بن توب مسلمان ہوئے یہ ایک بڑے قبیلے کے سردار تھے اور اتنے بڑے شاعر کہ ان کی نظموں کا ایک دیوان تیار ہوا ہے انہیں ان کے قبیلہ عکل (یمن) کا سردار مأمور کر کے ایک تحریری پروانہ بارگاہ رسالت سے عطا ہوا۔ بازار میں آ کر یہ پوچھنے لگے کیا آپ لوگوں میں کسی کو پڑھنا آتا ہے؟ یہ خط پڑھ کر مجھے سنائیے<sup>(۳)</sup>۔

### عہد اسلام میں عربوں کی تیز گام علمی ترقی

اس میں کوئی حرمت کی بات نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں باشندگان عرب نے لکھنے پڑھنے اور اپنے معلومات کی تدوین کرنے کی طرف اتنی توجہ نہ کی جتنی اسلام قبول کرنے کے بعد۔ لیکن حرمت اس پر ہوتی ہے کہ ان کی امیت و جاہلیت کے اور ہر قسم کے علوم و فنون سے ان کے والہانہ احتیاء کے درمیان زمانہ اتنا مختصر ہے کہ پرانی تاریخ عالم میں اتنی تیز علمی ترقی کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ کہتے ہیں کہ بعثت نبوی کے وقت شہر مکہ میں سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے<sup>(۴)</sup>۔ شہر مدینہ میں تو اس سے بھی کم عرب یہ فن جانتے تھے، لیکن دوسری صدی ہجری ہی سے عربی زبان علمی نقطہ نظر سے دنیا کی متمول ترین زبانوں میں شامل ہو گئی تھی یہ کیسے ہوا؟

اسلامی مملکت کا آغاز ۶۲۲ء میں ہوا، جب کہ پیغمبر اسلام هجرت کر کے مدینہ جا بے۔ مگر اس وقت وہ ایک چھوٹے سے شہر کے بھی صرف چند حصوں پر مشتمل تھی کیونکہ باقی مدینہ، یہودیوں یا تعالیٰ اسلام نہ لائے ہوئے عربوں کے قبیلے میں تھا۔ اس زمانے میں جزیرہ نماۓ عرب میں سینکڑوں قبیلے کیا تھے کہ حقیقت میں سینکڑوں ہی خود مختار مملکتیں تھیں جن میں ہر ایک دوسرے سے مکمل آزاد تھی۔ ۶۰ء کے اوائل میں، جب مسلمانوں اور مکہ والوں میں صلح ہوئی تو اس وقت تک بھی یہ اسلامی مملکت چند سو مرلے میل سے زیادہ رقبے پر مشتمل نہ ہو سکی تھی<sup>(۵)</sup>۔ لیکن اس کے بعد پانچ سال بھی نہیں گزرے تھے کہ جب ۶۳۰ء میں رسول اکرمؐ کی وفات ہوئی تو اسلامی مملکت تقریباً دس لاکھ مرلے میل علاقے (پورے عرب اور جنوبی فلسطین) پر پھیل چکی تھی۔ اس پر مشکل سے پندرہ سال گزرے تھے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں، ایک طرف طبری<sup>(۶)</sup> کے مطابق سارے شہابی افریقہ سے گزر کر اسلامی فوجیں اندر میں داخل ہو چکی تھیں، تو دوسری طرف بلاذری<sup>(۷)</sup> کے مطابق وہ

دریائے جیون (Oxus) کو عبور کر کے مارانہر یعنی چین میں گھس گئی تھیں۔ اس کی توثیق ہم صر چینی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے<sup>(۱۰)</sup>۔ جنوب میں یہ لشکر خود حضرت عمرؓ کی خلافت میں تھا (بمبی یا گجرات) اور دیل (تحت قریب کراچی) تک<sup>(۱۱)</sup> اور شمال میں آرمیا اور اس سے بھی آگے تک پہنچ چکے تھے<sup>(۱۲)</sup>۔

یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان عرب اپنے حریفوں سے نہ تعداد میں اور نہ ہی ساز و سامان میں کوئی نسبت رکھتے تھے۔ اسی طرح پیر نظین (رومیوں) اور ایرانیوں میں، جن سے انہیں سابقہ پڑا تھا خود فون حرب و قال جس بلند درجے پر پہنچ ہوئے تھے۔ اس کا بیچارے بدھیوں کی حالت سے مقابلہ کرنے کا سوال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ مزید برآں یہ مسلمان عرب اپنے گھروں اور خیموں سے کسی لوث مار یا زمانہ جاہلیت کی غارت گری کے لیے بالکل نہیں لکھے تھے۔ بلکہ صرف اس لیے کہ اللہ ہی کا بول بالا ہو (لتکون کلمة الله هي العليا)۔

اصل میں ان کی جملی صلاحیں اور اسلامی تربیت ہی اس بات کی ذمہ دار تھیں کہ اس نتیجے تک پہنچیں۔ ان کے لیے فتوحات سیف ہوں کہ فتوحات قلم، دونوں ایک ہی چیز کے دو پہلو، اور ایک ہی باعث و داعیہ کے دو مظاہر تھے۔ ہمارے کرم فرماؤں کو اس کا یقین نہیں آتا۔ اگر فتوحات سیف میں خود ان کے مقبوضات ہاتھ سے نہ گئے ہوتے تو شاید محض اسلامی تاریخوں میں اس کا ذکر دیکھ کر اس کے وجود سے بھی اسی طرح انکار کر بیٹھتے جس طرح فتوحات قلم کے متعلق ان کا روایہ ہے۔

یہاں ہمیں آغاز اسلام کی ششیر زنی (اور جسم انسانی کے عمل جراحی) اور اس کے ارتقاء سے بحث نہیں، ہم اس دور کی قلم آرائی (اور ذہن انسانی کی تربیت و اصلاح) پر اکتفا کریں گے۔

### پیغمبر اسلام کی تعلیمی سیاست

سب جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ اُمی تھے، قرآن شہادت دیتا ہے کہ آپ کو نہ پڑھنا آتا تھا، نہ لکھنا:

”وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتْبٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذَا لَأْرَتَابَ الْمُبْطَلُونَ“

(سورہ ۳۹، آیت ۲۸)

اس سے پہلے نہ تو ٹو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے سیدھے ہاتھ سے لکھتا تھا۔  
ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے۔

یہ کتنا دلولہ انگیز امر ہے کہ نبی اُمیٰ کو سب سے پہلے جو وحی ربانی ہوئی وہ لکھنے کی تعریف اور پڑھنے کے حکم ہی پر مشتمل تھی۔

اقرأ باسم ربک الذى خلق. خلق الانسان من علق. إقرأ و ربک الاکرم. الذى علم بالقلم. علم الانسان مالم يعلم.

(سورہ ۹۶ آیت ۱ تا ۵)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو مجھے ہوئے خون کے قطرے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا بزرگ و برتر رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

یہاں ”اقرأ“ کے معنے پڑھنے ہی کے ہو سکتے ہیں، معمولی پیام پہنچانے کے نہیں (جیسے محاورہ یقینک السلام میں ہوتے ہیں) کیونکہ سیاق عبارت میں قلم کی تعریف اور اس کے ذریعہ علم ہونے کا ذکر ہے۔ غرض نبی اُمیٰ ﷺ نے امت کو اللہ کا جو پہلا حکم پہنچایا۔ اور جس کی عمر بھر تعمیل کرائی۔ وہ پڑھنے اور لکھنے ہی کے متعلق تھا<sup>(۱۳)</sup>۔ اور آپؐ جیسا کہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔

فِي الْأَمْيَانِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ أَيْتَهُ وَيَزْكِيهِمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ

(سورہ ۶۲ آیت ۲)

یعنی اُمیوں میں انہی میں سے ایک رسول تھے جو ان پر اس یعنی خدا کی آیتیں تلاوت فرماتے ان کو تزکیہ نفس سکھاتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے۔

اسی طرح آپؐ وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی آیتوں اور سورتوں کے فوراً لکھانے کا انتظام فرماتے، جو ترکیبیہ اخلاق اور تعلیم وہی پر مستزد تھا۔

مگر ہم وطنوں نے آپ کی بات کم مانی، اور آپؐ کو نیز آپؐ کے ساتھیوں کو جو خدا کی راہ میں ساتھ دے رہے تھے طرح طرح سے ستانا شروع کیا<sup>(۱۴)</sup>۔ جب اذیت کا پانی سر سے اوپنچا ہو گیا، تو جو لوگ ہجرت کر سکتے تھے، گھر بار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور آخر آپؐ بھی ان سے جا ملے اور وہاں امت کی سیاسی تنظیم و تکمیل شروع فرمائی۔ ہجرت کے بعد جو سورہ سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورہ بقرہ ہے اور اسی میں مشہور آیت مدائیہ (اصول قرض وہی) بھی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَافَعْتُمْ بِدِينِ الَّذِي أَجْلَ مَسْمَى فَاکْتُبُوهُ— وَاسْتَشْهِدُ وَاشْهِدِينَ  
مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونُوا رِجَالِينَ فَرِجْلٌ وَامْرَأَتِينَ..... وَلَا تُسْهِمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا

او کبیراً الی اجله.

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہیں جب تم آپس میں کوئی قرض وہی کسی معینہ مدت کے لیے کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت حاصل کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ..... اور کاملی نہ کرو اس کے لکھنے سے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مدت تک۔

**ذَلِكُمُ أَفْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَذْنَى الْأَنْزَابُوا الْآيَة**

(قرآن سورہ ۲ آیت ۲۸۲)

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لیے زیادہ سیدھی اور مضبوط، اور اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔

اس آیت کے نازل ہونے سے لکھنے پڑھنے پر توجہ بڑھی گئی ہو گی (۱۵)۔

### لکھنے پڑھنے کی عام ترویج کا انتظام

مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ اس عمارت کے ایک حصے میں سائبان اور جبورہ (صفہ) بنایا گیا۔ یہ اولین اسلامی اقامتی جامعہ تھی۔ رات کو طلبہ اس میں سوتے، اور اساتذہ مامور کئے گئے جو دن کو انہیں وہاں لکھنے پڑھنے اور سائل دین وغیرہ کی تعلیم دیتے، چنانچہ عبداللہ بن سعید بن العاصؓ جو خوشخی تھے، اور زمانہ جالمیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے، انہیں وہاں لکھنا سکھاتے (۱۶)۔ اسی طرح عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے کہ انہیں رسول اکرمؓ نے اس بات پر مامور کیا کہ صفحہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں (۱۷)۔ مدینہ میں ۲۵ میں ایک اور اقامتی درسگاہ دار القراء کا بھی پتہ چلتا ہے (۱۸)۔ جو خرمہ بن نوفل کے مکان میں قائم ہوئی تھی۔

ہجرت پر مشکل سے ایک سال گزرا تھا کہ رمضان ۲۵ میں بدر کا معزکہ پیش آیا جس میں دشمن کی تعداد مسلمانوں سے سمجھنی تھی (۱۹)۔ پھر بھی یہ کامیاب رہے اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ ان اسیروں سے جو برتابو کیا گیا اس پر آدمی سردھنے پر مجبور ہو جاتا ہے، چنانچہ دشمن کی رہائی کا فندیہ یہ مقرر کیا گیا کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ دس دس مسلمان بچوں کو اس فن کی تعلیم دے (۲۰)۔ کیوں نہ ہو کہ نبی الملمحہ (۲۱) ساتھ ہی ”مدينة العلم“ (۲۲) بھی تھا۔ بعض دیتقة رس محدثوں نے اس واقعہ کا خوب عنوان باندھا ہے۔ ”مشرک کو استاد ہنانے کا جواز“ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ تعلیم

پھیلانے کے متعلق مستقل سیاست ہی کی پیش رفت و تعمیل تھی۔

رسول کریم ﷺ اکثر فرمایا کرتے: ”بَعْثُثْ مُعَلِّمًا“<sup>(۲۳)</sup> (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ اسی طرح آپ بچوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے بڑویوں سے علم سیکھیں<sup>(۲۴)</sup>۔ اور اپنے بڑوں کی مسجد میں سبق پڑھا کریں<sup>(۲۵)</sup>۔ مورخ بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں نو مسجدیں تھیں<sup>(۲۶)</sup>، پنج وقتہ نمازیں لوگ دیہیں پڑھتے لیکن نماز جمعہ کے لئے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں جمع ہو جاتے۔ مورخ بیان کرتے ہیں کہ اہل جو اٹانے (جو بھریں یعنی موجودہ الحا میں ہے) ایک مسجد کی تعمیر کی جو مدینہ کی مسجد کے بعد پہلی جامع مسجد تھی۔ اصل میں آں حضرت ﷺ نے انہیں لکھ بھیجا تھا کہ ”فَلَا فَلَا جَمَعَةٌ مَسْجِدٌ بَنَاؤ— اور ایک روایت میں مسجد بناؤ اور فلاں فلاں کام کرو— ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا<sup>(۲۷)</sup>، یقیناً یہاں بھی درس و تدریس کا انتظام ہوا ہوگا۔

اسی طرح جب عمرو بن حزم<sup>(۲۸)</sup> کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا گیا تو انہیں فرانس منصبی کے متعلق ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا، اس میں انتظامی امور کے علاوہ تعلیم کی اشاعت کے بھی احکام ہیں<sup>(۲۹)</sup>۔

مورخ طبری نے اہ کے واقعات میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معاذ بن جبلؑ کو ناظر تعلیمات بنا کر یہیں بھیجا، جہاں وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کیا کرتے اور مدارس کی گرانی و انتظام کرتے<sup>(۳۰)</sup>۔

مرد ہی نہیں، عورتیں بھی اس تعلیمی سیاست کا موضوع تھیں، آنحضرت ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن عورتوں کی تعلیم و تذکیر کے لئے مخصوص فرمار کھا تھا<sup>(۳۱)</sup>۔ نیز ابوداود<sup>(۳۲)</sup> و عبد الرزاق<sup>(۳۳)</sup> کی حدیث ہے کہ ام المؤمنین خصہ<sup>(۳۴)</sup> نے آں حضرت ﷺ کے علم و اجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون شفا بنت عبد اللہ سے (جو خوب پڑھی لکھی تھیں)، لکھنا سیکھا تھا۔ یہاں اس پہلو کو طول دینے کی ضرورت نہیں، سوائے اس کے کہ زنانہ تعلیم پر اس توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ بعد کے زمانے میں عورتیں مختلف علمی میدانوں میں مردوں کے ساتھ مسابقت کرنے لگیں۔ چنانچہ زیر اشاعت صحیفہ ہمام کے مخطوطہ دمشق کے ساعات میں (جو آگے اپنی جگہ درج ہیں) ایک معلمہ کا بھی تذکرہ ہے یعنی ام الفضل کریمہ بنت ابی الفراس نجم الدین القرشیہ الہبیریہ، جس نے اپنے گھر میں ایک مدرسہ حدیث کھول رکھا تھا۔ اسی طرح ابو عبید قاسم بن سلام (۱۵۲ھ تا ۲۲۳ھ) کی کتاب الاموال، جو مالیہ حکومت (فینائیں) کے دقيق مسائل پر مشتمل ہے، بسم اللہ کے بعد ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے (یہ کتاب اب مصر میں

چچپ گئی ہے)۔

ثُریٰ علی الشیخۃ الصالحة الکاتبة، فخر النساء شهدة بنت ابی نصر احمد بن الفرج  
بن عمر الابری الدینوری بمنزلہا ببغداد.

نکوکار و خوش نویں پروفیسر فخر النساء شہدہ کو (جو سوزن ساز یعنی سوی بنانے والے، ابونصر  
احمد بن الفرج بن عمر دینوری کی دختر ہیں) بغداد میں ان کے گھر پر سنا کر سند حاصل کی  
گئی۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہوں تو حدیث یا رجال کی کتابیں دیکھ  
لی جائیں جن میں راویوں کے ناموں میں عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی خادمات علم کے نام  
کثرت سے مل جائیں گے۔

### دربار نبوی کے کاتب

مدنی دور میں انتظامی اور سیاسی ضرورت سے خط و کتابت کا کام روز افزول ہی ہوتا گیا، ناگزیر  
طور پر کتابوں اور منشیوں کی ضرورت بھی بڑھی ہی چلی گئی تاکہ اضلاع کے عہدہ داروں کے پاس سے  
آئے ہوئے خطوط کا فوری جواب دیا جائے، نیز خود مرکز سے ضروری ہدایتیں بروقت ہر جگہ پہنچیں  
جائیں۔ اگر بحیرت جیسے مخفی اور جان جو حکم کے وقت بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوات، قلم اور کاغذ  
رہتا ہے (جیسا کہ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكَ کو پروانہ امن لکھ دینے سے واضح ہے) تو بعد کے زمانہ میں  
کتابوں کی تعداد کا بڑھ جانا، اور ان کا مستقل طور سے ایک کام انجام دیا کرنا کسی تعب کا باعث نہیں  
ہونا چاہئے۔ واقعہ یہ ہے کہ بکثرت مورخوں نے آنحضرت ﷺ کے کتابوں کی نہرست کے لئے مستقل  
باب ہی قائم کئے ہیں (۳۲)۔ بعض نے تو اس پر مختصر رسائل بھی تصنیف کئے ہیں (۳۳)۔ بہر حال اس  
خدمت کو مستقل طور سے یا کبھی کبھار انجام دینے والے (۳۴) صحابہ کے نام بیان کئے گئے ہیں۔  
کوئی تعب نہ ہو جو بعض نئی نازل ہونے والی وقی کو لکھتے بعض سرکاری مراسلوں کا مسودہ مرتب کر کے  
جناب رسالت ﷺ میں پیش کرتے۔ بعض زکوٰۃ اور حاصل کے حسابات لکھتے، بعض مال غنیمت کی  
رجسٹری اور تقسیم کا متعلقہ کام انجام دیتے، بعض بیرونی حکمرانوں اور قبائل کے سرداروں کے نام خط  
لکھتے، بعض فصل کے کئٹے سے پہلے تخمینہ (خros) نوٹ کرتے، جیسا کہ مورخ مسعودی (۳۵) نے خاص  
کر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ زید بن ثابتؓ نے آں حضرت ﷺ کے حکم سے عبرانی خط بھی سیکھا تھا  
کیوں کہ عرب کے یہودی بولتے تو عربی زبان تھے لیکن لکھتے عبرانی خط میں تھے اور آنحضرت سے

معاهدات یا مراسلات میں اسی خط کو استعمال کرتے تھے۔ مسعودی<sup>(۳۶)</sup> کے مطابق حضرت زید بن ثابت<sup>ؑ</sup> فارسی، یونانی، قبطی اور جبشی زبانیں بھی جانتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے مترجم کا کام انجام دیتے تھے۔

### سرکاری مہر

۶۲ کے اوآخر سے سرکاری مراسلوں پر مہر کا بھی پتہ چلتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری<sup>(۳۷)</sup> میں روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے بیرونی حکمرانوں کو خط لکھ کر تبلیغ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ صرف مہر شدہ مکتب ہی کو درخور ملاحظہ سمجھتے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بخوائی، راوی حضرت انس<sup>ؓ</sup> کہتے ہیں کہ میں اس کی سفیدی گویا اب بھی رسول اللہ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں یہ کہ اس پر ”محمد رسول اللہ“ تین لفظ کندہ تھے اور یہ کہ اس انگوٹھی کا نگینہ جبشی عقین کے پھر کا تھا۔

### تدوین حدیث

تعلیم کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی عام سیاست<sup>(۳۸)</sup> کے جو اثرات پیدا ہوئے، یہ ان کے چند نمونے اور مثالیں ہیں۔ لیکن ہمیں تدوین حدیث کے مسئلے سے ہی یہاں خاص بحث ہے۔ حدیث یعنی حدیث نبوی میں رسول اکرم ﷺ کے اقوال، افعال و تقریرات (یعنی کسی صحابی کو کچھ کرتے دیکھ کر اسے روا اور برقرار رکھنا) تینوں شامل ہیں۔ انہیں کا تذکرہ حدیث کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کتابوں کی تالیف کا آغاز کب ہوا؟ اور موجودہ مروجہ کتابوں پر کوئی غیر جاندار شخص کس حد تک اعتماد کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ زیر اشاعت صحیفہ ہمام بھی حدیث ہی کی ایک تالیف ہے۔

بدیہی طور پر یہ ایک محال بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ کہا، یا اوروں میں روا رکھا، یہ سب کا سب لکھا اور مدون کیا گیا ہو۔ یہ انسانوں کا نہیں فرشتوں کا کام ہے:

”سِكْرَ اَمَا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ“ (سورہ ۸۲، آیت ۱۱)

(یعنی تم جو کرتے ہو، اسے شریف، لکھنے والے فرشتے خوب جانتے ہیں)

اسی طرح یہ بدگانی بھی بے بنیاد ہے کہ عہد نبوی میں کچھ لکھا ہی نہیں گیا، کیوں کہ واقعات اس کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ آگے نظر آئے گا۔ بہر حال اسی امت نے اپنے نبی کی جو حدیثیں اپنی آنکھ دیکھی اور کان سنی باتوں کی بناء پر لکھی ہیں وہ اس سے کہیں بڑھا چڑھا ہے جو دوسری امتوں

نے اپنے انیاء کے متعلق بروقت لکھا ہو بالکل اسی طرح جس طرح یہ ای امت دوسروں پر اپنے آغاز کار ہی میں فتوحات ملکی اور دور دراز براعظموں میں دین کی نشر و اشاعت کے بارے میں بھی غیر معنوی فوقيت رکھتی ہے۔

لیکن نہ محض خوش اعتمادی کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرج کہ کسی جویاۓ حق کی طرح آغاز شک اور ”معلوم نہیں“ سے کریں اور سوائے ایسی چیز کہ جس سے انکار کی مجال نہ رہے کسی بات کو نہ مانیں۔

ہم اور پر دیکھے چکے ہیں کہ اس زمانے میں غریب عربی خط کا کیا حال تھا، اور عربوں میں لکھنا پڑھنا جانے والوں کی تعداد کتنی تھی جب ”سکھو اور سکھاؤ“ کا حکم نبی کریم ﷺ نے اپنے بیروؤں کو دیا تو ان امیوں لیکن مخلص و مستعد فداکاروں کے لئے چیخنے تھا اب ہم دیکھیں گے کہ وہ اس سے کس طرح عہد برا ہوئے۔

### عہد نبوی میں سرکاری طور پر لکھی ہوئی حدیثیں

(الف) جب کی مسلمان مدینہ ہجرت کر گئے تو انہوں نے وہاں ایک حکومت اور شہری مملکت کی بنیاد بھی رکھی۔ رسول اکرم ﷺ نے وہاں کے سب باشندوں یعنی مهاجرین، الفصار، یہود، تا حال اسلام نہ لائے ہوئے عربوں وغیرہ سے مشورہ کیا اور ایک دستور مملکت نافذ فرمایا۔ یہ تاریخ عالم میں سب سے پہلا ”تحریری دستور مملکت“<sup>(۳۹)</sup> ہے۔ اس میں حاکم و حکوم و دونوں کے حقوق و واجبات کی تفصیل ہے اور ابتداء یوں ہوئی ہے: ”پیغمبر محمد رسول اللہ کی یہ ایک تحریر ہے جو قریش اور یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان (موڑ) ہے جو ان (مسلمانوں) کے تابع ہوں، ان سے آمیں اور جگ میں ان کے ساتھ حصہ لیں، یہ حقیقت میں (دنیا کے) سارے لوگوں سے علیحدہ ایک مستقل امت ہیں۔۔۔ وغیرہ۔ یہاں ”یہ ایک تحریر ہے“ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ضرور ہے کہ یہ کوئی لکھی ہوئی تحریری چیز ہو<sup>(۴۰)</sup>۔ باون دفعات کے اس دستور میں نفس متن میں پانچ مرتبہ ”اہل ہذا الصحیحہ“ (اس دستاویز والوں) کے الفاظ دہراتے گئے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”یہ کتاب ”یعنی تحریر“ کسی ظالم یا گناہ گار کے برخلاف حائل نہیں ہوگی۔“ یہ بھی کہا ہے کہ ”یثرب کا میدان (جوف) اس صحیحے والوں کے حق میں ایک حرم ہے۔“ اگرچہ نفس دستور میں اس یثربی حرم یعنی شہرت مملکت کے حدود کی تفصیل نہیں ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ذیلی قواعد کے طور پر اس کو بھی تحریری طور پر منضبط کیا گیا تھا۔ چنانچہ امام احمد ابن حبیل<sup>(۴۱)</sup> نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔

عن رافع بن خديج۔۔۔ فَإِنَّ الْمَدِينَةَ حَرَمٌ حَرَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدَنَا فِي أَدِيمِ خُولَانِي.

رافع بن خديج سے مروی ہے۔۔۔ کہ مدینہ ایک حرم ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور یہ ہمارے پاس ایک خolanی چڑھے پر لکھا ہوا ہے۔

جہاں سیاسی نقطہ نظر سے حدود مملکت اور رقبہ سلطنت کا تعین ضروری خیال کیا گیا، وہیں عملی نقطہ نگاہ سے سرحد اندازی بھی لازم تھی، چنانچہ مطربی نے اپنی تاریخ مدینہ (ما اَنْتَبَتَ الْهِجْرَةَ مِنْ مَعَالِمِ دَارِ الْهِجْرَةِ) میں تصریح کی ہے (۲۲)۔ کہ کعب بن مالک کہتے ہیں: ”مجھے رسول اللہ نے بھیجا کہ مخصوص، حفیا، ذوالعشیرہ اور تیم (کے پیاروں) کی چوٹیوں پر علامت سرحد کے ستون یا منارے تعمیر کروں۔“

(ب) اسی طرح ہجرت کے ابتدائی زمانے میں آں حضرت ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی، چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: أَكْبَرُوا إِلَى مِنْ تَلْفَظِ الْأَسْلَامِ مِنَ النَّاسِ. فَكَتَبْنَا لَهُ الْفَوْحَسَ مَاهَ رَجَلٍ (۲۳)  
مجھے ان لوگوں کے نام لکھ دو جو اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ اس پر ہم نے آپ کے لئے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھ دیئے۔

اس میں مرد، عورت، بچے اور بڑے سب شامل معلوم ہوتے ہیں، یہ مردم شماری تحریری طور سے ہونا بیان کی گئی ہے۔ تعداد سے گمان ہوتا ہے کہ یہ اہ کا واقعہ ہوگا۔

(ج) سرکاری و ستاویزوں اور معاہدوں، پرونوں کا آغاز ہجرت سے بھی پہلے ہو چکا ہوتا نظر آتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں (۲۴) کہ تمیم داری کو ہجرت سے بھی پہلے فلسطین کا شہر حضرون ایک پروانہ کے ذریعے سے یہ کہہ کر جا گیر میں دیا گیا کہ جب یہ شہر خدا کی عنایت سے فتح ہو تو وہ تمہارا ہے، اسی طرح خود سفر ہجرت میں سراقد بن مالک مدینی کو ایک پروانہ امن لکھ کر دیا گیا تھا (۲۵)۔ ان سے قطع نظر کریں تو ایسا نظر آتا ہے کہ اہ میں قبلہ جہیہ سے طیفی اور دوستی کا معلمہ ہو گیا تھا اگرچہ اس کا متن نہیں ملتا، چنانچہ سیف یعنی ساحل بحر (یمن) کی سمت سے حضرت حمزہؓ کی جو مہم سیمی گئی اس کے ذکر میں ابن ہشام (۲۶) وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ”مجدی بن عمرو الجمنی مسلمانوں اور قریشی کارروائی کے مابین آڑے آگیا اور یہ دونوں فریقوں کا حلیف (موادع) تھا۔

البته صفحہ ۲۵ کا معاہدہ محفوظ ہے۔ یہ بنی ضمرہ سے ہوا تھا۔ سیمی (۲۷) نے اس کا متن یوں نقل

کیا ہے: ”یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہؐ کی بنی ضرہ کے لئے---“ اس طرح کے معاهدوں کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی زندگی بھر جاری رہا۔ بعض عجیب چیزوں بھی پیش آئیں۔

(۵) میں خدق کے زمانے میں بنی فوارہ اور غطفان سے ایک تویش طلب یا مسودہ معاهدہ (مراوضہ)<sup>(۲۸)</sup> ہوا تھا اور بعد میں مٹا دیا گیا۔

(۶) میں صلح نامہ حدیبیہ کے الفاظ پر جھگڑا بھی مشہور ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے آخر حکم دیا تھا کہ بعض لکھے ہوئے الفاظ مٹا دیے جائیں<sup>(۲۹)</sup>۔

(۷) میں کے غزوہ تبوک کے متعلق مورخ لکھتے ہیں کہ ”ذُؤْمَةُ الْجَنْدُلِ“ کے حکمران اکیدر بن عبد الملک بن عبد الجن اخیری نے جب اطاعت کا معاهدہ<sup>(۵۰)</sup> کیا تو آنحضرت ﷺ نے دستاویز پر ”اپنے ناخن سے مہر فرمائی“ (خَتَّمَهُ بِظُفْرِهِ)<sup>(۵۱)</sup>۔ یہ اصل میں اکیدر کے وطن حیرہ والوں کا قدیم روانج تھا کہ معاهدوں پر انگوٹھے کا نہیں بلکہ ناخن کا نثان لیتے تھے اور اس سے ہلال کی شکل کی ایک لکیر پڑ جاتی تھی۔ چنانچہ آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں پختہ اینٹوں پر کندہ کئے ہوئے زمانہ قبل مسیح کے جو معاهدے نکلے ہیں، ان پر نہ صرف ایسی علامتیں موجود ہیں بلکہ یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ ”بغرض تویش ناخن کا نثان ثبت کیا“<sup>(۵۲)</sup>۔

(۸) آنحضرت ﷺ نے قیصر و کسری، موقوس و نجاشی وغیرہ حکمرانوں کو تبلیغ خط بھیجے تھے، ان میں سے قیصر کا موسوم اصل خط حال تک موجود تھا<sup>(۵۳)</sup>۔ موقوس، نجاشی اور المدر بن ساوی کے خطوط کی اصلیں موجود و معروف ہیں<sup>(۵۴)</sup>۔ ابن عساکر نے اپنی ”تاریخ دمشق“ میں لکھا ہے<sup>(۵۵)</sup> کہ ابوالعباس عبداللہ بن محمد نے شہر ایلہ والوں سے ان کا معاهدہ نبوی تین سو اشرفی میں خرید کیا۔ کسری کے متعلق مروی ہے کہ اس نے نامہ مبارک کو پوری طرح سنے بغیر چاک کر دیا تھا<sup>(۵۶)</sup>۔ یہ سب بھی تحریری چیزوں تھیں۔

رسول اللہؐ کے کاتب ”زید بن ثابت“ نے رسالت مآب ﷺ کے حکم سے یہودیوں کی تحریر سکھی تھی<sup>(۵۷)</sup>۔ مورخ طبری کے علاوہ حدیث ابو داؤد اور امام بخاری لکھتے ہیں کہ ”زید بن ثابت“ نے رسول اللہؐ کے حکم سے یہودیوں کی کتابت سکھی تھی اور رسالت مآب ﷺ جو مراسلے ان کو لکھتے یا جو مراسلے وہ لکھتے زید بن ثابت ان کو لکھتے یا پڑھ کر سنایا کرتے تھے<sup>(۵۸)</sup>۔

(۹) انتظامی ضرورتوں سے اکثر موقع پیش آتا رہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ جزیرہ نماۓ عرب کے اطراف و اکناف میں اپنے ہر جگہ کے گورزوں، قاضیوں، تحصیلداروں، وغیرہ کو وقتاً فوقتاً اپنی

ہدایتیں بھیجیں، یا چیخیدہ گھنیوں میں یہ افسر کچھ دریافت یا استصواب کریں تو اس کا جواب بھیجیں۔ اس کا بھی متواتر ذکر ملتا ہے کہ اواخر حیات میں آنحضرت ﷺ نے زکات یعنی زراعت ریڑوں، معدنیات وغیرہ میں حکومت کو ادا طلب محسول کی تحریر کروائیں لیکن اضلاع وغیرہ میں بھینے سے قبل آپ کا انتقال ہو گیا، اور یہ کہ حضرت ابوکبرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ خلفاء نے اس پر عمل کیا<sup>(۵۹)</sup>۔

### ترجمہ قرآن عہد نبوی میں

عہد نبوی کی لکھائی کے سلسلے میں حضرت سلمان فارسیؓ کا ترجمہ قرآن بھی قابل ذکر ہے۔ بعض ایرانی لوگ مسلمان ہوئے (معلوم نہیں میں کے یا بھریں و عمان کے، یا کہیں اور کے) اور اپنی مادری زبان فارسی میں نماز پڑھنے کی عارضی اجازت مانگی تو سلمان فارسیؓ نے سورہ فاتحہ کا ترجمہ کر کے انہیں بھیجا تاکہ عربی متن حفظ ہونے تک اسی کو نماز میں پڑھا کریں۔ جیسا کہ مشہور حنفی فقیہ شمس الاممہ سرخی نے ذکر کیا ہے:-

رُوْيَ أَنَّ الْفَرْسَ كَتَبُوا إِلَى سَلْمَانَ أَنْ يَكْتَبَ لَهُمُ الْفَاتِحَةَ بِالْفَارَسِيَّةِ فَكَانُوا يَقْرُؤُونَ  
ذَالِكَ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى الْأَنْتَ الْسِّتْهُمُ لِلْمَرْبَيَّةِ<sup>(۶۰)</sup>

بیان کیا گیا ہے کہ ایرانیوں نے سلمان فارسیؓ کو خط لکھا کہ ان کے لئے سورہ فاتحہ فارسی میں لکھ بھیجیں۔ چنانچہ یہ لوگ نماز میں اسی (ترجمے) کو پڑھا کرتے تھے تا آنکہ ان کی زبان عربی سے مانوس ہو گئی۔

کسی اور حوالہ سے مصری عالم فرید وجدی نے لکھا ہے کہ سلمان فارسیؓ نے یہ ترجمہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے کر بھیجا تھا<sup>(۶۱)</sup>۔

ان مثالوں کے دینے سے غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح کی حدیثیں یعنی سیاسی دستاویزیں جو عہد نبوی سے تعلق رکھتی ہیں تحریری ہی ہو سکتی ہیں۔ کیوں کہ اس کے بغیر ان کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسی دستاویزوں یعنی تحریری حدیثوں کو اکھا کرنے کی کوششوں کا آغاز عہد صحابہ ہی میں شروع ہوا، جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ اس عاصی پر معاصی نے بھی اس سعادت کے حصول کی بساط بھر کوشش کی اور انگلوں چپلوں کی کوششوں کو بھجا کر کے ”الوثائق السياسية في العهد النبوى والخلافة الراشدة“ مصر میں شائع کی۔ اس میں خاص عہد نبوی کی دو سو سے زائد دستاویزیں ہیں۔ اس کتاب کا نیا ایڈیشن زیر طبع ہے۔ اس میں عہد نبوی کے مزید چالیس ایک معاہدے، جو بعد میں ملے، اضافے کئے گئے ہیں۔

## کتابت کی بعض اتفاقی صورتیں

صحیح بخاری (۲۲) وغیرہ (۲۳) نے روایت کی ہے کہ ۸۷ میں قتھ مکہ پر آنحضرت ﷺ نے حقوق انسان وغیرہ اہم مسائل پر خطبہ دیا۔ ایک یمنی شخص ابوشاد وہاں حاضر تھا۔ اس نے درخواست کی، یا رسول اللہ! مجھے یہ لکھ دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ وہ خطبہ اسے قلمبند کر دیا جائے۔ (اکتبوہ لابی شاہ)

ایسے واقعے بھی پیش آئے ہوں گے کہ کوئی صحابی جو باہر سے مدینہ آئے ہوں اور چند روز مقیم رہ کر واپس جا رہے ہوں، تو قیام کے دوران میں آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی کچھ باتیں یا ہدایتیں لکھ کر ساتھ لے گئے ہوں، خود مدینہ میں رہنے والے عوام الناس بھی (مثلاً کسان، مزدور پیشہ، دستکار وغیرہ) جن کو تصنیف یا تالیف یا عام علمی و ڈانی مشاہد کا ذوق نہ ہو کبھی کچھ آنحضرت ﷺ کے کسی ارشاد سے اتنا متاثر ہوئے ہوں کہ یادداشت کے لئے اسے لکھ لیا ہو، مگر یہ سب اتفاقی صورتیں تھیں۔

### عہد نبوی میں اہتمام کے ساتھ حدیث کی تدوین

ایسی روایتیں نایاب نہیں ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو قرآن مجید کے سوا آپ سے سنی ہوئی کسی اور چیز کے لکھنے کی ممانعت فرمائی ہو، اور ایسی روایتیں بھی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اجازت بلکہ ہدایت دی کہ حدیث کو لکھ لیا جائے۔

ان ”متقاد“ احکام سے صحابہ کو تو کوئی تشویش نہ ہوئی کیوں کہ وہ سیاق و سبق سے واقع تھے، مگر بعد کے محدثین کو شروع میں کچھ ابھسن رہی، اور جس کو جو حدیث ملی وہ اسی پر عمل کرنے لگا۔ البتہ کچھ عرصہ بعد جب دونوں قسم کی ساری حدیثیں لیکجا ہو گئیں تو پھر اہل نظر کے لئے آنحضرت ﷺ کا صحیح فنا معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ رہی، مثال کے طور پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ صحیح بخاری میں ”بابِ کتابۃ العلم“ یعنی لکھنے کی اجازت کا تو ذکر ہے لیکن لکھنے کی ممانعت یا کراہت کا کوئی باب نظر نہیں آتا۔

قبل اس کے کہ ہم مانع تی روایتوں کا ذکر اور ان کی جائیج کریں، مناسب ہو گا کہ (بحث کو جاری رکھتے ہوئے) حدیث لکھنے کی اجازت اور اس اجازت سے استفادہ کئے جانے کی مثالیں بیان کی جائیں جو کیشہ بھی ہیں اور اثر انداز بھی۔

(الف) ترمذی (۶۲) کی روایت ہے کہ کسی انصاری صحابی نے ایک دن آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظ کی کمزوری کی شکایت کی اور کہا کہ ہر روز وعظ و تذکیر میں آپ جو اہم اور کارآمد باتیں فرماتے ہیں وہ مجھے اچھی طرح معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اپنے دانہنے ہاتھ سے مدد لو“ (یعنی لکھ لیا کرو)۔ انہوں نے اس اجازت سے فائدہ اٹھایا ہوگا لیکن مزید تفصیلیں معلوم نہیں۔

### الصَّحِيفَةُ الصَّادِقَةُ

(ب) ایک مثال واقعہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص القرشیؓ کے متعلق مروی (۶۵) ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے مفتوحات نبوی لکھ لیا کرتے تھے تاکہ انہیں یاد رکھ لیں۔ لوگوں نے انہیں منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک بشر ہیں کبھی خوشی اور کبھی خنکی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اس لئے بلا انتیاز آپ کی ہر بات کو لکھ لینا مناسب نہیں۔ بات معقول تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: ”کیا جو بھی آپ سے سنوں اسے لکھ سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! مزید اطمینان کے لئے پوچھا: کیا رضامندی اور غضب ہر حالت میں؟“ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”بخدا اس سے جو بھی لکھتا ہے وہ حق بات ہی ہوتی ہے۔“

صحیح بخاری (۶۶) میں وہب بن منبه نے اپنے بھائی ہمام۔۔۔ یعنی زیر اشاعت صحیفے کے مولف۔۔۔ سے روایت کی ہے، کہتے ہیں: ”میں نے ابوہریرہؓ کو کہتے سن کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں آپؐ کی حدیثیں بیان کرنے والا مجھ سے زیادہ کوئی نہیں، بجز عبد اللہ بن عمرو کے کیوں کہ وہ (بر وقت) لکھا کرتے تھے، اور میں نہیں لکھتا تھا۔۔۔ یہی حدیث عمر نے ہمام سے (اور انہوں نے) ابوہریرہؓ سے بیان کی ہے۔ ”عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے اپنے پاس کے جمع کردہ ذخیرہ حدیث کا نام ”الصحیفۃ الصادقة“ رکھا (۶۷)۔ کہتے ہیں کہ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں (۶۸)۔ یہ نجھ ان کے خاندان میں عرصے تک محفوظ رہا۔ چنانچہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب، اسی کو ہاتھ میں رکھ کر روایت کرتے اور درس دیتے تھے (۶۹)۔ بظاہر وہ انہیں حفظ نہ تھا۔ اللہ، امام احمد بن حنبلؓ پر ہزار رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے صحیفہ ہمام ہی کی طرح، جس کا ہم آگے ذکر کریں گے۔۔۔ اس کو بھی اپنی ضمیم قابل قدر ”مسند“ میں مدغم فرمایا کہ ہمارے لئے محفوظ فرمایا دیا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی تالیف کا ذکر ابن منظور نے (لسان العرب مادہ ”ظہم“) میں بھی کیا ہے: ”حدیث (۷۰) میں وارد ہوا ہے کہ ایک دن ہم لوگ عبد اللہ بن عمرو کے پاس تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کون سا شہر پہلے فتح

ہوگا، قسطنطینیہ یا رومیہ؟ اس پر انہوں نے ایک پرانی صندوق مغلوبی، اس میں سے ایک کتاب نکال کر اس پر نظر ڈالی پھر کہا: ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور جو کچھ فرمائے تھے، لکھتے جا رہے تھے، اس اثناء میں آپؐ سے پوچھا گیا، کون سا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطینیہ یا رومیہ؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر قل کے بیٹے کا شہر پہلے فتح ہوگا، یعنی قسطنطینیہ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو ہی نہیں، صحابہ کی ایک جماعت کی جماعت ملعوظات نبوی کو لکھا کرتی تھی، اور یہ خود رسول اکرم ﷺ کے روپرو، عبداللہ بن عمروؓ بڑے عابد و زاہد تھے۔ باپ سے بھی پہلے مسلمان ہوئے۔ ذوق علم میں سریانی زبان سیکھ لی تھی<sup>(۱)</sup>۔ یہ ۶۵ھ میں بہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے<sup>(۲)</sup>۔

(ج) آنحضرت ﷺ سے آپؐ کے آزاد کردہ غلام اور خادم ابو رافع نے بھی احادیث لکھ لیا کرنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے انہیں اسی کی اجازت دے دی<sup>(۳)</sup>۔ یہ اصل میں قبطی یعنی مصری تھے اور شروع میں حضرت عباسؓ کے غلام تھے<sup>(۴)</sup>۔ مسلمان ہوئے تو حضرت عباسؓ نے انہیں رسول اکرمؐ کی خدمت میں بطور تختہ پیش کر دیا۔ اور آپؐ نے انہیں فوراً آزاد کر دیا۔ ظاہر یہ ۸۸ھ کا واقعہ ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ کا ان کو ذیا ہوا پروانہ آزادی محفوظ ہے<sup>(۵)</sup>۔ اور اس کے آخر میں ہے: ”اسے معاویہ بن الی سفیان نے لکھا“۔ حضرت معاویہؓ فتح کے پر مسلمان ہوئے تھے۔ سین انی داؤد<sup>(۶)</sup> میں یہ بھی لکھا ہے کہ قریش نے انہیں غالباً ان کی کارروائی و معاملہ فہمی کی بناء پر سفیر بنا کر آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا، اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۷۷ کے مطابق یہ تدبیم الاسلام ہیں، غزوہ احمد میں شرکت کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فوراً نہیں، چند سال بعد آزاد فرمایا اور قریش کی سفارت بھی شاید بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔

واللہ اعلم۔

(د) ان سب سے اہم حضرت انس بن مالک النصاریؓ کا واقعہ ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو نو عمر انس کو جو دس کی عمر ہی میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے<sup>(۷)</sup> ان کے والدین نے دفور عقیدت سے حکم دیا کہ رسول کریم ﷺ کی خادی انجام دیں۔ چنانچہ انسؓ رات دن رسول اللہ ﷺ کے مکان میں رہتے تھے اور صرف اسی وقت وہاں سے نکلے جب دس سال بعد ۱۱۰ھ میں رسول اکرم ﷺ نے وفات پائی۔ اس کے بعد انسؓ بہت دن (۹۱ھ) تک زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ انہیں رسول اللہ کی وہ باتیں دیکھنے اور سننے کا موقع ملا جو کسی اور کو آسانی سے نہیں مل سکتا تھا۔ داری<sup>(۸)</sup> کی روایت ہے کہ بعد میں انسؓ اپنے بچوں کو ہمیشہ تاکید کیا کرتے تھے کہ ”اے

میرے بچو! اس علم یعنی حدیث کو قلم بند کر لوا، دارمی<sup>(۷)</sup>) ہی نے ایک اور روایت کی ہے کہ ”میں نے دیکھا کہ آبادن (ایک دن) انس<sup>۸</sup> کے پاس بیٹھے (حدیث) لکھ رہے تھے۔ ان کے پیچے اور شاگرد کیوں نہ لکھتے جب انس<sup>۹</sup> خود اوروں سے زیادہ تدوین حدیث میں مشغول رہے تھے<sup>(۸۰)</sup>۔ چنانچہ محدثین کی ایک جماعت نے سعید بن ہلال وغیرہ کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ہم انس بن مالک<sup>۱۰</sup> سے زیادہ اصرار کرتے تو وہ ہمارے لئے بیاضین یا دفتر (مجال، صکاک) نکالتے اور کہتے کہ یہ وہ (حدیثین) ہیں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنیں اور آپ پر پیش کی ہیں۔ یہاں دیکھا جائے گا کہ وہ سنی یا دیکھی ہوئی باتوں کو صرف قلمبند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اسے خود جناب رسالت کی خدمت میں پیش کرتے اور حسب ضرورت تصحیح و اصلاح کر لیتے۔

عہد نبوی ہی میں صحابہ کرام<sup>۱۱</sup> کے ہاتھوں تدوین حدیث ہونے کے جو واقعات ملتے ہیں، یہ ان میں سے چند ہیں۔ آپ<sup>۱۲</sup> کی وفات کے بعد صحابہ کرام کا اپنی یادداشتیں کو قلمبند کرنا مختلف وجوہ سے روز افزوں ہی ہو گیا۔ ان میں سے چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

### عمرو بن حزم صحابی کی تالیف

یہ مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب عمرو بن حزم کو میں کا عامل (گورز) بنا کر بھیجا تو انہیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا<sup>(۸۱)</sup>۔ جس میں جو احکام اور ہدایات دینی تھیں، درج فرمائیں۔ عمرو بن حزم نے اس قسمی ہدایت کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ایس دیگر فرمانیں نبوی بھی فراہم کئے۔ جو بنی عادیا اور بنی عریض کے یہودیوں، تمیم دارمی، قبائل چہبینہ و جذام ولی و ثقیف وغیرہ کے نام موسومہ تھے اور ان سب کی ایک کتاب تالیف کی، جو عہد نبوی کے سیاسی ہدایتوں یا سرکاری پروانوں کا اوپرین مجموعہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ اس کی جو روایت تیری صدی بھری میں دیبل (پاکستان) کے مشہور محدث ابو جعفر الدیبلی نے کی ہے--- اور جن کے حالات انساب سعائی کے مادہ دیبلی اور مجمع المبدان یاقوت کے مادہ دیبل میں بھی ملتے ہیں--- محفوظ ہے اور ہم تک پہنچی ہے، چنانچہ ”اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین“ کے نام سے ابتوں نے جو کتاب تالیف کی--- اور جس کا نسبت بخط مولف کتب خانہ ”مجمع العلمی“ دمشق میں محفوظ ہے۔ نیز جو چھپ بھی گئی ہے--- اس میں حضرت عمرو بن حزم کی یہ تالیف بطور ضمیر شامل اور محفوظ کر دی گئی ہے۔

## عہد صحابہ میں عام تدوین حدیث

صحیفہ جابر بن عبد اللہ

(الف) صحیح مسلم (۸۲) کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے حج پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس میں خطبہ حجۃ الوداع اور مناسک حج کے متعلق دیگر حدیثیں جمع کی گئی ہوں (اسے مسند ابن حنبل، باب جابر میں تلاش کر سکتے ہیں) یہ بھی مشہور ہے کہ مسجد نبوی ( مدینہ ) میں ان کا ایک حلقة درس تھا جس میں لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے (۸۳)۔ چنانچہ مشہور تابعی مؤرخ وہب بن معبدہ (ہمام بن معبدہ کے بھائی) کو بھی انہوں نے حدیثیں الماء کرائی تھیں (۸۴)۔ امام بخاری کی روایت ہے کہ مشہور تابعی قادہ کہا کرتے تھے ”مجھے سورہ بقرہ کے مقابلے میں صحیفہ جابر زیادہ حفظ ہے (۸۵)۔ ان کے ایک اور شاگرد سلیمان بن قیس الیکری کہتے تھے کہ انہوں نے بھی حضرت جابرؓ کی روایت کردہ حدیثیں لکھی ہیں (۸۶)۔ حضرت جابرؓ سے اور لوگوں نے بھی درس لیا اور ان کے ”صحیفہ“ کی روایت کی ہے (۸۷)۔

(ب) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو پڑھنا تو آتا تھا لیکن خود لکھتی نہ تھیں۔ روایت ہے کہ ان کے بھانجے، عروہ بن الزیر نے ان کی نیز دیگر صحابہ کی حدیثیں لکھی تھیں جو جنگ حرمہ میں تلف ہو گئیں۔ بعد میں یہ پچھلتایا کرتے کہ کاش! میں اپنے بال بچوں اور اپنے مال و اسباب کو ان کتابوں کے عوض فدا کر دیتا (۸۸)۔ عائشہ صدیقہؓ کے اور بھی شاگرد تھے۔ ان میں ایک خاتون عمرہ بنت عبدالرحمن ہیں جن کو انہوں نے بچپن ہی سے پال لیا اور تعلیم و تربیت دی تھی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ عمرہ خود کچھ لکھتی تھیں یا نہیں، لیکن خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مدینہ کے عامل (گورنر) ابوکبر بن محمد بن عمرہ بن حزم کو۔۔۔ جو عمرہ کے بھانجے تھے۔۔۔ ہدایت بھی تھی کہ عمرہ بنت عبدالرحمن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم (یعنی ذخیرہ احادیث) ہے، اسے قلم بند کریں، (۸۹) یہ قاسم بن محمد ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے سنتیجے تھے۔ تیم ہونے کے باعث بی بی نے ان کو گود لے لیا اور خود پالا پرورش کیا تھا۔ یہ بڑے عالم گزرے ہیں چنانچہ ابو عینیہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیثوں کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے والے عمرہ اور قاسم بن محمد تھے، (۹۰) بی بی عائشہؓ کے علم و فضل کے کیا کہنے۔ حدیث، فقہ، شاعری، انساب، تاریخ عرب اور طب غرض ہرفن میں طاق تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ آپ کی قانون دانی اور نکتہ ری کا لوہا مانتے تھے۔

(ج) روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی احادیث نبویہ جمع کی تھیں اور اس رسالے میں پانچ سو حدیثیں تھیں، پھر خود آپؓ نے یہ سوچ کر اسے تلف کر دیا کہ کہیں یاد کی ہو سے کوئی غلط لفظ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو گیا ہو چنانچہ تذكرة الحفاظ میں قاسم بن محمد کی روایت ہے:

قالَتْ عَائِشَةُ: جَمِيعَ أَبَيِ الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ كَانَتْ خَمْسَ مائَةً حَدِيثًا.  
فَبَاتَ لَيْلَةً يَتَقْلِبُ كَثِيرًا، قَالَتْ: فَغَمْنِي. فَقَلَّتْ: اتَّقْلِبُ لِشَكُورٍ أَوْ بَشَنِ بَلْغَكَ؟ فَلَمَّا  
أَضَبَحَ، قَالَ: إِنِّي بُنْيَةُ هَلْمِي الْأَحَادِيثِ الَّتِي عَنِّي كَفَعَتْ بِهَا، فَلَدَعَا بَنَارَ فَعَرَقَهَا فَقَلَّتْ:  
لَمْ حَرَقْتَهَا؟ قَالَ: حَشِيشَتْ أَنْ أَمْرَثَ وَهِيَ عِنْدِي فَيُكَوِّنُ فِيهَا أَحَادِيثَ عَنْ رَجُلٍ قَدْ اتَّمْتَهُ  
وَوَنَقَّتْ وَلَمْ يَكُنْ كَمَا حَدَّثْتُنِي فَأَكُونُ قَدْ نَقَّلْتُ ذَالِكَ لَهُدَى الْإِيمَانِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ<sup>(۹۱)</sup>  
حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میرے باپ نے رسول اللہ ﷺ کی پانچ سو حدیثیں جمع کیں۔  
پھر ایک رات بڑی بے چینی سے کروٹیں بدلتے گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس  
سے مجھے بہت رنج ہوا میں نے کہا کہ آپ مرض کی وجہ سے کرتے ہیں یا کوئی اور بات  
ہے؟ جب صحیح ہوئی تو مجھ سے کہا کہ بیٹی! تمہارے پاس جو حدیث کی کتاب ہے وہ لے  
آؤ۔ چنانچہ میں وہ لے آئی تو آپ نے آگ منگا کر اسے جلا دیا۔ میں نے کہا آپ  
نے اسے کیوں جلایا؟ فرمایا کہ مجھے یہ اندریشہ ہوا کہ میں مر جاؤں اور یہ کتاب چھوڑ  
جاوں۔ شاید اس میں کسی ایسے شخص کی بھی حدیث ہو جو میرے نزدیک تو معتر ہو اور وہ  
حقیقت میں معتر نہ ہو اور میں نے اس کو نقل تو کر دیا اور وہ صحیح نہ ہو۔ اور اللہ بہتر  
جانتا ہے۔

(د) حضرت عمر فاروقؓ نے بھی احادیث نبویہ کو حکومت کی جانب سے جمع کرنے کا اہتمام کیا اور  
صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور ان سب نے احادیث کو لکھ لینے کا مشورہ دیا لیکن پھر آپ نے یہ ارادہ  
منسوخ کر دیا چنانچہ محدث عبدالرزاق ابن ہمام الصعافی الیمانی اپنے مصنف میں لکھتے ہیں:  
عمر عن الزہری عن عروه ان عمر بن الخطاب اراد ان یکتب السنن فاستشارا فی  
ذالک اصحاب رسول الله ﷺ. فلشاروا علیہ ان یکتبها لفظ عمر یستخر الله فیها  
شهر آخر اصبح يوما وقد عزم الله له، فقال: انی کنت ارید ان اكتب السنن وانی ذكرت  
قوماً كانوا قبلکم كتبوا كتبوا عليهما وتركوا كتاب الله وانی والله لا البس كتاب

الله بشهیء ابدا (۹۲)۔

عمر زہری سے اور وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے احادیث کو ایک کتاب میں لکھنے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اور انہوں نے مشورہ دیا کہ احادیث کو لکھ لیا جائے۔ پھر حضرت عمرؓ ایک ماہ تک استخارہ کرتے رہے۔ پھر ایک دن صبح میں اٹھنے اور انہوں نے اس کا ارادہ کر لیا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں احادیث کو لکھ لینے کا ارادہ کر رہا تھا۔ پھر بعد میں مجھے اس قوم کا خیال آیا جو ہم سے پہلے گزری اس نے خود ایک کتاب لکھی اور (اس جانب ہمہ تن اس قدر متوجہ ہو گئی کہ) اللہ کی کتاب ہی کو چھوڑ دیا۔

### صحیفہ علیٰ کرم اللہ وجہہ

(۵) حضرت علیٰ کرم اللہ وجہہ کے متعلق بخاری (۹۳) میں یہ روایت ملتی ہے کہ ابو حیفہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالبؑ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ کہا: نہیں، بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا ایسی سمجھ کے جو کسی مسلمان شخص کو حاصل ہو، اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے! ابو حیفہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا: تو پھر اس صحیفے میں کیا ہے؟ کہا: خوب بہا اور قیدیوں کو رہا کرانے کے قواعد) اور یہ کہ کسی مسلمان کو کسی کافر کے باعث قتل نہ کیا جائے۔ ایک اور روایت کے الفاظ بخاری (۹۴) میں یوں ہیں: "حضرت علیؑ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور کہا ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جسے ہم پڑھیں بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو اس صحیفے میں ہے اور کہا کہ اس میں زخم کے ہر جانے کے قواعد (جراحات) اونٹوں کی عمریں (بغرض زکات) ہیں اور یہ درج ہے کہ مدینہ جبل عیر سے فلاں مقام تک حرم ہے جو کوئی وہاں قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب ہی کی لعنت ہے (قیامت کے دن) اس سے کوئی رقی معاوضہ یا بدله قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور جو معاملاتی بھائی اپنے معاملاتی بھائی (فریق ثانی) کی اجازت کے بغیر کسی اور گروہ سے معاملاتی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر بھی اسی طرح (لعنت) ہے۔ مسلمانوں (میں سے ہر ایک) کی ذمہ داری ایک ہی ہے (یعنی ایک کا دیا ہوا، امن سب پر پابندی عائد کرتا ہے) جو کسی مسلمان سے عہد ٹھنکی کرے تو اس پر بھی اسی طرح (لعنت) ہے۔" بخاری ہی کی ایک اور روایت (۹۵) اس سے ذرا زیادہ مفصل ہے۔ اس کا درمیانی فقرہ یوں ہے: "مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے۔ ان میں سے جو قریب ترین ہو وہ اس کی (تحمیل کی) کوشش کرے گا، اور جو کوئی کسی مسلمان سے

عہد شکنی کرے گا تو اس پر لعنت،“ وغیرہ--- غالباً اس سے مراد دستور مدینہ<sup>(۹۱)</sup> ہے۔ جس کا اوپر ذکر آیا اور جو ادھ میں رسول اکرم ﷺ نے نافذ فرمایا۔ محلہ قواعد اس میں موجود ہیں۔ اس واقع کی ایک دوسری روایت جو مصنف عبدالرزاق بن ہمام الصعاعانی<sup>(۹۲)</sup> میں ہے اور جو امام جعفر صادق<sup>\*</sup> سے مروی ہے، یہ ہے: ”جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہیں رسول اکرم ﷺ کی تلوار کے قبضے پر ایک صحیفہ بندھا ہوا ملا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ اللہ پر سب سے زیادہ گرائ وہ شخص گزرتا ہے جو ایسے آدمی کو قتل کرے جو اسے قتل نہ کر رہا ہو۔ اور ایسے آدمی کو مار پیٹ کرے جو اسے مار پیٹ نہ کر رہا ہو اور یہ کہ جو کسی قاتل کو پناہ دے تو قیامت کے دن اللہ اس سے کوئی رُتی معاوضہ یا بدله قبول نہ کرے گا۔“--- اس اقتباس کا پہلا جز (بطور تشریح)، اور دوسرا جزء تقریباً بلطف مذکورہ دستور مدینہ سے ماخوذ ہے۔ ایک تیسری روایت سنن ابی داؤد<sup>(۹۳)</sup> میں حضرت علی فرماتے ہیں کہ: ہم نے رسول اللہ ﷺ (کے ارشادات) سے بجز قرآن اور اس چیز کے جو اس صحیفے میں ہے، کچھ نہ لکھا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ جبل عاءَ سے جبل ثور<sup>(۹۴)</sup> تک ایک حرم ہے، جو کوئی قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی بدله یا رُتی معاوضہ قبول نہ ہوگا۔ جو کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی بدله یا رُتی معاوضہ قبول نہ ہوگا۔ اور جو معابراتی بھائی اپنے معابراتی بھائی کی اجازت کے بغیر کسی اور گروہ سے معابراتی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر اللہ فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی بدله رُتی معاوضہ قبول نہ ہوگا۔ ابن اہشی بیان کرتے ہیں--- اس قصے میں علی<sup>ؑ</sup> نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اس (حرم مدینہ) کا نہ گھاس کاتا جائے نہ شکار بھڑکایا جائے نہ کوئی لقط (کسی کی گری پڑی چیز) اٹھائی جائے بجز اس کے کہ مالک کی تلاش میں عوام کو اطلاع دی جائے، اسی طرح کسی شخص کے لئے یہ درست نہیں کہ لڑائی کے لئے وہاں ہتھیار اٹھائے اور نہ یہ درست ہے کہ وہاں کا کوئی درخت کاٹے بجز اس کے کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو چارہ دے۔“--- یہ اقتباسات بھی دستور مدینہ کا کہیں بلطف انتخاب اور کہیں شرح ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ صحیح بخاری کے ایک اور باب<sup>(۱۰۰)</sup> میں اس واقعہ کی جو تفصیل ملتی ہے، اس سے گمان ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ صحیفہ کافی طویل تھا اور وہ کم سے کم چار سرگاری دستاویزوں کا مجموعہ تھا یعنی جدول زکات، مدینے کو حرم قرار دینے کا اعلان، دستور مدینہ اور خطبہ جمعۃ الوداع، ممکن ہے یہ دستاویزوں حضرت علی<sup>ؑ</sup> نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے لکھی ہوں اور مثلاً جدول

زکات کی نقلیں مختلف صوبوں میں بھی گئیں تو اصل مذینے ہی میں محفوظ رہی۔ اس سلسلے میں ہم نے خطبہ جمعۃ الوداع کا بھی تذکرہ کیا ہے، کیونکہ زیر بحث حدیث کا ایک جزو اس مشہور خطبے میں بھی ملتا ہے<sup>(۱۰۱)</sup>۔ ممکن ہے کہ یہی جزو خطبہ فتح مکہ میں بھی رہا ہے جو حضرت ابو شاہ کو لکھوا دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان مختلف دستاویزوں کو ایک کے نیچے ایک چسپاں کر کے لپیٹ رکھا تھا۔ کتاب کی صورت میں جزو بندی نہ کی تھی۔ بہر حال بخاری کی زیر بحث حدیث یہ ہے ”علیؓ نے ہمیں مخاطب کیا، ایک منبر پر چڑھے جو انوں سے بنا ہوا تھا۔ آپ پر ایک تواریگی ہوئی تھی جس میں ایک صحیفہ لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جو پڑھی جائے بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو کچھ اس صحیفے میں ہے، پھر آپ نے اسے پھیلایا (فسروها) تو اس میں انوں کی عمری درج تھیں۔ اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ عمر سے فلاں مقام تک مدینہ ایک حرم ہے۔ جو کوئی اس میں قتل کا ارتکاب کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس طرح اس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کی ذمہ داری واحد ہے جس کے لئے ان میں کا قریب ترین شخص جدوجہد کرے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کے کئے ہوئے عہد کو توڑے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ ایسے شخص سے کوئی بدلہ یا معافہ قبول نہ کرے گا۔ اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ جو کسی گروہ سے اس کے مولاوؤں کی اجازت کے بغیر قانونی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت ہے، اللہ ایسے سے کوئی بدلہ یا معافہ قبول نہ کرے گا<sup>(۱۰۲)</sup>۔

(۵) حضرت عبد اللہ بن اوفیؓ بھی جو حدیثیں لکھا کرتے تھے اور ایسا نظر آتا ہے کہ وہ خط و کتابت کے ذریعہ سے درس بھی دیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں نظر آتا ہے، چنانچہ انہوں نے مشہور کتاب المغازی کے مولف موسیؓ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ: ”عمر بن عبد اللہ کے مولیؓ (آزاد کردہ غلام) سامِ ابو انصار سے جو اس (عمر بن عبد اللہ) کے کاتب تھے۔ مردی ہے کہ عبد اللہ بن اوفیؓ نے خط لکھا اور میں نے وہ پڑھا۔۔۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: ”جب وہ حرریوں سے لڑنے روانہ ہوا تو عبد اللہ بن اوفیؓ نے اسے خط لکھا جسے میں نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ۔۔۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ایک غزوہ میں، جس میں دشمن سے دوچار ہوئے انتشار فرماتے رہے، یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا۔ پھر آپؓ اٹھے اور لوگوں کو مخاطب فرمایا اور کہا: اے لوگو! دشمن سے دوچار ہونے کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ سے عافیت کے طلب گار رہو۔ لیکن جب اس سے دوچار ہو جاؤ تو صبر و ثبات دکھاؤ اور جان لو کہ جنت تواروں کے سامنے میں ہے۔ پھر آپؓ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے کتاب کے نازل فرمانے والے، بادل کو چلانے والے اور متعدد لکھروں (احزاب) کو شکست دینے والے اللہ، ان کو شکست دے اور ہم کو ان پر نصرت عطا فرماء۔<sup>(۱۰۳)</sup>

### رسالہ سرہ بن جندب

(و) حضرت سرہ بن جندب<sup>ؓ</sup> نے بھی حدیثیں جمع کیں جو ان کے بیٹے سلیمان بن سرہ کو وراثت میں ملیں۔ ابن حجر<sup>(۱۰۴)</sup> نے لکھا ہے کہ ”سلیمان نے اپنے باپ کے حوالے سے ایک بڑا رسالہ (نحو کیرہ) روایت کیا ہے۔“ نیز ابن سیرین کہتے ہیں کہ سرہ نے اپنے بیٹوں کے لئے جو رسالہ لکھا اس میں بہت علم (علم کشیر) پایا جاتا ہے۔<sup>(۱۰۵)</sup>

### صحیفہ سعد بن عبادہ

(ز) حضرت سعد بن عبادہ انصاری<sup>ؓ</sup> تو زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنا پڑھنا جانے، وغیرہ کے باعث ”مردکامل“ سمجھے جاتے تھے<sup>(۱۰۶)</sup>۔ ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں انہوں نے احادیث نبوی جمع کی تھیں۔ اس کی روایت ان کے بیٹے نے کی ہے<sup>(۱۰۷)</sup>۔

(ح) معلوم نہیں حضرت عبداللہ بن عمر<sup>ؓ</sup> نے خود کوئی حدیثیں لکھیں یا نہیں۔ لیکن طبقات ابن سعد میں سلمان بن موئی کی روایت ہے کہ ابن عمر کے مولیٰ یعنی نافع کو دیکھا کہ ابن عمر<sup>ؓ</sup> سے اماء کرا رہے تھے۔ اور نافع لکھتے جا رہے تھے۔ نافع ایک بہت بڑے عالم اور حضرت ابن عمر<sup>ؓ</sup> کے سب سے قابل شاگرد تھے، اور اپنے استاد (ابن عمر<sup>ؓ</sup>) کی صحبت میں پورے تمیں سال گزار چکے تھے۔ ناگزیر انہوں نے اپنے استاد کے سارے معلومات حاصل کر لئے ہوں گے۔ حضرت ابن عمر<sup>ؓ</sup> فخر سے فرمایا کرتے تھے کہ ”نافع کا وجود ہم پر اللہ کا ایک بڑا احسان ہے۔“<sup>(۱۰۸)</sup>

(ط) حضرت عبداللہ بن عباس<sup>ؓ</sup> کی علمی زندگی اتنی مشہور ہے کہ اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ یہ تواتر سے ثابت ہے کہ ان کی وفات ہوئی تو اتنی تالیفیں چھوڑیں کہ ایک اونٹ پر لا دی جا سکتی تھیں۔ ترمذی<sup>(۱۰۹)</sup> نے ان کے مولیٰ اور شاگرد علیہم السلام کے حوالے سے روایت کی ہے کہ کچھ اہل طائف ابن عباس<sup>ؓ</sup> کے پاس آئے اور ان کی کتابوں کو نقل کرنا چاہا، چنانچہ ابن عباس<sup>ؓ</sup> ان کو پڑھ کر اماء کراتے گئے۔ داری (باب ۳۳) نیز، ابن سعد، وغیرہ<sup>(۱۱۰)</sup> نے ان کے ایک اور شاگرد سعید بن جنید سے روایت کی ہے کہ ابن عباس<sup>ؓ</sup> جو اماء کراتے تھے، اسے وہ لکھتے جاتے تھے۔ بعض وقت اثناء درس میں کاغذ ختم ہو جاتا تو وہ اپنے لباس پر، ہتھیلی پر، حتیٰ کہ اپنی چپل پر بھی لکھ لیتے پھر گھر جا کر

اس کی نقل کر لیتے۔

یہ بھی اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ علاوہ مستقل تایفوں کے حضرت ابن عباس<sup>ؓ</sup> حدیث کی خط و کتابت کے ذریعہ سے بھی تعلیم دیتے تھے، چنانچہ سنن ابو داؤد میں ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے کہ ابن عباس<sup>ؓ</sup> نے مجھے لکھ بھیجا کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ حلف مدعیٰ علیہ کو دیا جائے گا“، (۱۱۱)۔

جب حضرت عبداللہ بن عباس<sup>ؓ</sup> کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے علی بن عبداللہ اپنے باپ کی کتابوں کے وارث بنے اور اس طرح اس سرچشمہ علم کی فیض رسانی کا سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔

### بعض دیگر صحابہ کی تالیفیں

(۱) مولوی عبدالصمد صارم صاحب نے اپنی اردو تالیف ”عرض الانوار المعروف بتأریخ القرآن“ (طبع دہلی ۱۳۵۹ھ) میں بھی اس موضوع پر چند معلومات لکھی ہیں (۱۲)۔

افسوس ہے کہ اس میں حوالے ناتمام ہیں جن کے باعث تلاش آسان نہیں۔ بہر حال وہ لکھتے ہیں کہ انہیں ”المجامع الصغیر“ میں اس کا ذکر ملا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود<sup>ؓ</sup> نے جو حدیثیں جمع کی تھیں، وہ ان کے بیٹے کے پاس پائی گئیں۔

بعض دیگر تالیفیں، جن کی طرف صارم صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ وہی ہیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے، البتہ انہوں نے سعد بن الربيع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری<sup>ؓ</sup> کی تالیف کا، کتاب اسد الغابہ کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے، وہ اس کتاب میں (جو حروف تہجی پر مرتب ہے) متعلقہ نام کے تحت نہ ملا۔ ممکن ہے کسی اور کتاب میں انہوں نے یہ تذکرہ پڑھا ہو۔

(۲) صحیح بخاری کے ”باب الذکر بعد الصلاۃ“ میں مروی ہے کہ مغیرہ بن شبہ<sup>ؓ</sup> نے حضرت معاویہ<sup>ؓ</sup> کو، بظاہر ان کی دریافت پر بعض حدیثیں اپنے کاتب کو اماء کرا کے روانہ کیں۔

(۳) رسول کریم ﷺ کے خادم حضرت ابو بکرہ کے متعلق یہ واقعہ ملتا ہے کہ ”عبد الرحمن بن ابی بکرہ“ کہتے ہیں کہ میں بھستان میں تھا جب میرے والد نے مجھے لکھ بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نقی غصے کی حالت میں دو آدمیوں کے مقدمہ کا فیصلہ نہ کرے (۱۳)۔

تلاش پر توقع ہے کہ بعض اور صحابہ کی تحریری یادداشتیوں کا بھی پتہ چلے۔ فی الحال ان نمونوں پر اکتفا کی جاتی ہے اور صرف ایک اور صحابی کا مزید ذکر کیا جاتا ہے جن سے زیر اشاعت رسائلے کو

خاص تعلق ہے۔

### حضرت ابوہریرہ الدوی

(م) یمن کے قبلہ دوں سے تعلق رکھنے والے حضرت ابوہریرہؓ نے اگرچہ ہجرت نبوی کے کئی سال بعد ۷ھ میں مدینہ آکر اسلام قبول کیا، لیکن قدیم تر زمانے میں مسلمان ہونے والوں کے مقابلے میں احادیث نبوی کی زیادہ روایت کی ہے اس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں (جیسا کہ صحیح بخاری میں نقل ہوا ہے) کہ ”ابوہریرہؓ“ نے کہا: لوگ (اعتراض سے) کہتے ہیں کہ ابوہریرہ (حدیث کی روایت) بہت کرتا ہے! اگر کتاب اللہ میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا پھر وہ ”إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ“ سے لفظ ”الرَّحِيم“ تک (قرآن سورہ ۲ آیت ۱۵۹ تا ۱۶۰) کی تلاوت کرتے (جس کا ترجمہ ہے: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم نے کھلی واضح بالتوں اور ہدایت کے طور پر نازل کی ہے، اور یہ اس امر کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب (قرآن) میں بیان کر دیا ہے، تو ایسوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لوگ یا فرشتے بھی) لعنت کرتے ہیں۔ بجز ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ اور اصلاح کر لی ہو اور بیان کرنے لگے ہوں تو ایسوں کی توبہ میں قبول کرتا ہوں، اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم کرنے والا ہوں۔ ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے اور ہمارے انصاری بھائی اپنی زمینوں میں (زراعت و باغبانی کے) کام میں مشغول رہتے تھے، تو ابوہریرہؓ پیش بھرا بن کر رسول اللہ ﷺ سے چلتا رہتا تھا۔ وہ ایسے موقعوں پر حاضر رہتا تھا جب وہ حاضر نہیں رہتے تھے، اور ایسی باتیں (دیکھ کر) یاد رکھتا تھا جن کا انہیں علم نہ ہوتا تھا،<sup>(۱۱۳)</sup>

حضرت ابوہریرہؓ نہ صرف پڑھے لکھے تھے بلکہ انہیں علمی ذوق شروع ہی سے رہا۔ حیرت نہ ہو کہ یمن کے متدن اور ترقی یافتہ علاقے سے آ رہے تھے، جہاں سبا و یمن کا تمدن شہر روما کی تاسیس سے بھی پہنچنے والوں ہزاروں برس پہلے اوج عروج کو پہنچ چکا تھا اور جس کی روایتیں یہودی اور عیسائی حکومتوں<sup>(۱۱۴)</sup> کے زمانے میں بھی مسلسل چلی آتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہی قرآن، حدیث، عام مشاہدات بارگاہ نبوی ہر چیز کو لکھنے لگے تو خلط مجھ کر جانے کے خوف سے رسول اکرم ﷺ نے ان کو شروع میں قرآن کے سوا دوسری چیزیں لکھنے سے منع کر دیا۔ جس پر انہوں نے اپنا ذخیرہ (جو غالباً اونٹ، بکری کی شانے کی ہڈیوں وغیرہ پر مشتمل تھا) جلا ڈالا<sup>(۱۱۵)</sup> لیکن بعد میں جب قرآن کو اچھی طرح حفظ کر لیا تو یہ ممانعت باقی نہ رہی۔

اگر عہد نبوی میں انہیں لکھنے پڑھنے کا ایک بے پناہ شوق تھا تو بعد کے دور میں اشاعت علم کا ذوق بھی کم نہ رہا۔ چنانچہ امام بخاری کے حوالے سے ابن حجر<sup>(۷۴)</sup> نے لکھا ہے کہ ”ابوہریرہ“ سے تقریباً آٹھ سو یا اس سے زیادہ صحابہ تابعین اور دیگر اہل علم نے حدیث کی روایت کی ہے۔

ان کا حافظہ بہت اچھا تھا، جیسا کہ آگے بیان ہوگا، اور ساتھ ہی بہت کھرے تھے اور اپنی دانست میں جو بات حق سمجھتے، اس کے بیان کرنے میں بڑے چھوٹے کسی کی پرواہ نہ کرتے۔ لیکن حق پرست بھی تھے، اپنی غلطی دیکھ لیتے تو بے تکلف پوری خوشی سے قبول کر لیتے۔ ان پر اور جو بھی اعتراض کیا جائے، ان کی دیانت و صداقت خفیف ترین شابے سے بھی قطعاً پاک ہے۔ عہد صحابہ میں بعض وقت ان پر کچھ گرفت ہوئی تو ان کی صلاحیت استنباط یا فقہ دانی کے متعلق تھی۔ ایک چھوٹے ملکیت<sup>(۷۵)</sup> نے اولاً وضو فرمایا پھر نماز ادا کی۔ انہوں نے اس چشم دید واقعے کی بناء پر یہ مسئلہ بیان کرنا شروع کیا کہ پکائی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ثبوت جاتا ہے۔ اصل میں انہوں نے اس پر غور نہیں کیا تھا کہ زیر بحث کھانے کے وقت آیا رسول اکرم ملکیت پاوضو تھے یا نہیں۔ بہرحال ان کے اس فتوے پر ایک نو عمر دوست (غالباً ابن عباس<sup>(۷۶)</sup>) نے پوچھا کہ آیا گرم کئے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ (گرم پانی پکائی ہوئی چیز کی تعریف میں آ جاتا ہے)۔

غرض بطور فقیہ حضرت ابوہریرہ<sup>(۷۷)</sup> کا وہ درجہ نہیں جو خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود، بی بی عائشہ، ابن عمر، وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کا ہے۔ لیکن ان کی روایتوں میں سے ان کی ذاتی رائے کو ان کے مشاہدات و مسواعات سے جدا کر لیا جائے تو حدیث نبوی کی حد تک وہ ہمارے لئے ایک بڑے قیمتی ماخذ اور انہوں معلومات کا ذریعہ ہیں۔

خود ابوہریرہ<sup>(۷۸)</sup> اپنے حافظے کی خوبی کو رسول اکرم ملکیت کی دعا کی برکت قرار دیتے ہیں۔ ان کے حافظہ کی شہرت دیکھ کر ایک مرتبہ مروان بن الحکم نے ان کا امتحان لیا۔ (وہ مدینہ کا گورنر تھا) چنانچہ اس نے ایک دن انہیں بلایا۔ ادھر ادھر کی باقیوں کے بعد حدیثیں پوچھنی شروع کیں۔ پردے کے پیچھے ایک کاتب بیٹھا ہوا تھا، اور ابوہریرہ<sup>(۷۹)</sup> کی لاعلمی کی حالت میں ان کی ہر بیان کردہ حدیث کو لکھتا جا رہا تھا۔ کاتب کہتا ہے: ”مروان پوچھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا۔ جو بہت سی حدیثیں ہو گیں۔ پھر مروان نے سال بھر چپ رہنے کے بعد انہیں مکر بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھایا۔ وہ پوچھتا گیا

اور میں تحریر کو دیکھتا گیا۔ انہوں نے نہ ایک حرف زیادہ کیا نہ ایک حرف کم (۱۸)۔ اس سے نہ صرف حضرت ابو ہریرہؓ کے عمدہ حافظہ کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس کا بھی کہ ان کی بیان کردہ حدیثوں کی ایک تعداد مروان کے حکم سے لکھی بھی گئی اور ان کا ایک مرتبہ ”اصل“ سے مقابلہ بھی کر لیا گیا۔

مند ای ہریہ

مند ابی ہریرہؓ کے نئے عہد صحابہؓ میں لکھے گئے، چنانچہ ابوہریرہؓ کی مند کا نئے عمر بن عبد العزیز کے والد عبد العزیز بن مروان گورنر مصر (المتوفی ۵۸۶ھ) کے پاس بھی تھا۔ انہوں نے کثیر بن مرہ کو لکھا کہ تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں کی جو حدیثیں ہوں انہیں لکھ کر بیچ دو "الا حدیث ابی ہریرۃ فاتحہ عِنْدَنَا" (یعنی ابوہریرہؓ کی حدیثوں کے سچنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں)۔<sup>(۱۹)</sup>

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور تالیف ان کے شاگرد بیشیر بن نہیک نے مرتب کی۔ دارمی (۱۲۰) نے روایت کی ہے: ”بیشیر کہتے ہیں: میں ابوہریرہؓ سے جو کچھ سنتا تھا لکھتا جاتا تھا۔ جب میں نے ان سے رخصت ہونا چاہا تو ان کے پاس ان کی کتاب لایا اور انہیں پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا: یہ وہ چیز ہے جو میں نے آپ سے سنی ہے! انہوں نے کہا: ہاں۔“

اہن وصب کہتے ہیں مجھے ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ اپنی کتابیں دکھائیں (۱۲۱)۔ ان کی کتابوں کا ایک اہم واقعہ جو غالباً ان کی پیرانہ سالی کے زمانے کا ہے۔ قابل ذکر ہے۔ عمرو بن امية الضری اولین اسلامی سفیر اور عہد نبوی کے بہت ممتاز سفارتی افسر تھے، ان کے ایک فرزند کی جو ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے، روایت ہے:-

تحديث عن أبي هريرة بحديث فانكر، فقلت: أني قد سمعته منك، فقال: إن كنت سمعته مني فهو مكتوب عندى، فأخذ بيدي إلى بيته فارأنا كتاباً كثيرة من حديث رسول الله ﷺ فوجد ذلك الحديث. فقال: قد أخبرتك إن كنت حذثتك به فهو مكتوب عندى (١٤٢).

میں نے ابوہریرہؓ کی ایک حدیث (انہی سے) بیان کی انہوں نے ناواقفیت ظاہر کی، میں نے کہا کہ میں نے اسے آپؐ ہی سے سنا ہے۔ کہا: اگر تم نے اسے مجھ سے سنا ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہئے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہم کو حدیث نبوی کی بہت سی کتابیں دکھائیں اور پھر وہ حدیث بھی پائی۔ پھر کہا: میں نے تم

سے کہا تھا کہ اگر میں نے وہ حدیث تم سے بیان کی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہوئی چاہئے۔

### الصحیحۃ الصحیحۃ

حضرت ابوہریرہؓ کے اور بھی شاگرد تھے، جن میں سے ایک زیراشرافت رسالے کے "مولف" ہام بن معبہ بھی ہیں۔ اور یہ تالیف بعضیہ محفوظ ہونے سے تاحال مستیاب شدہ کتب حدیث میں قدیم ترین ہے۔ کیوں کہ حضرت ابوہریرہؓ کی وفات ۵۸ھ یا اس کے لگ بھگ زمانے میں (۱۳۳) بیان کی جاتی ہے۔ ابوہریرہؓ بھی یمنی تھے اور ہام بھی یمن ہی کے باشندے تھے۔ جب ہام تعلیم کے لئے مدینہ آئے تو فطری تقاضے سے وہ اپنے متاز ہم وطن ابوہریرہؓ ہی کے پاس حاضر ہوئے۔ ابوہریرہؓ نے اس نوجوان ہم وطن کے لئے رسول اکرم ﷺ کی حدیثوں میں سے کوئی ذیڑھ سو کا انتخاب کیا۔ یہ زیادہ تر تربیت اخلاق کے متعلق ہیں اور ان حدیثوں کو ایک چھوٹے سے رسالے کی صورت میں مرتب کر کے اپنے شاگرد ہام کو اماء کرایا۔ اس کی تھیک تاریخ معلوم نہیں۔ لیکن یقیناً ابوہریرہؓ کی وفات سے قبل کا واقعہ ہے جیسا کہ نظر آئے گا، یہ اصل میں حضرت ابوہریرہؓ کی تالیف ہے جو انہوں نے ہام بن معبہ کے لئے مرتب کی۔ اس لئے اس کا نام "صحیحۃ ابی هریرۃ لهمام بن منبه" ہوتا چاہیے۔ بعض حوالوں سے جیسا کہ آگے بیان ہوگا، معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام "الصحیحۃ الصحیحۃ" تھا۔ یہ قرین قیاس ہے کیوں کہ ہم اور دیکھ پکھے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو اگر کسی صحابی کی حدیث دانی پر رشک تھا تو وہ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں۔ جنہوں نے "الصحیحۃ الصادقة" کے نام سے حدیثوں کا ایک مجموعہ چھوڑا ہے کوئی تعجب نہیں اس کا دیکھا دیکھی انہوں نے اپنی تالیف حدیث کا نام صحیحہ صحیحہ رکھا ہو۔

بہر حال پہلی صدی ہجری کے تقریباً وسط کی یہ تالیف تاریخی نقطہ نظر سے ایک گراں مایہ یادگار ہے جو لوگ کہتے یہ ہیں کہ حدیث نبوی آنحضرت ﷺ کے دو تین سو سال بعد لکھی جانی شروع ہوئی اور احمد بن حنبلؓ، بخاریؓ، مسلمؓ، ترمذؓ، جیسے ائمہ کو بھی جلساز قرار دینا چاہتے ہیں، ان کی دلیل زیادہ تر یہی رہی ہے کہ عہد نبوی یا عہد صحابہ کی حدیث کے متعلق کوئی یادگار موجود نہیں ہے۔ اب عہد صحابہ کی یہ یادگار ہمارے ہاتھ میں ہے اور مقابلہ کرنے پر نظر آتا ہے کہ بعد کے مولفوں نے مفہوم تو کیا، کوئی لفظ تک نہیں بدلा ہے۔ صحیحہ ہام کی ہر حدیث نہ صرف صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ کے حوالے سے ملتی ہے، بلکہ مماثل مفہوم دوسرے صحابہ سے بھی ان کتابوں میں ضروری ملتا اور اس بات کا ثبوت دینا

ہے کہ اس کا انتساب جناب رسالت مآب ﷺ کی طرف فرضی اور بے بنیاد نہیں مثلاً زیر اشاعت رسالے کی حدیث نمبر (۵۲) حضرت انسؓ کے اور نمبر (۱۲۳) ابن عمرؓ کے حوالے سے بھی بخاری نے روایت کی ہے۔

ہمام بن مدیہ

ہمام بن منبه کے حالات جو بھی ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں: طبقات ابن سعد میں لکھا ہے (۱۲۳): ”وَهْبُ بْنُ مُنْبَهٍ كَيْ وَفَاتُ صَنَاعَهُ مِنْ ۖ۱۱۰ هـ مِنْ هَشَامٍ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ كَيْ خَلَافَتُهُ كَيْ آغَازَ مِنْ ۖ ۱۲۴ هـ“۔ رہے ہام بن منبه جو ابناہ (۱۲۵) میں سے ہیں اور جو اپنے بھائی وہب بن منبه سے عمر میں بڑے تھے، وہ ابوہریرہؓ سے (تعلیم کے سلسلے میں) ملے اور ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کی وفات وہب سے پہلے ہوئی یعنی سنہ ایک سو ایک پا دو ہجری میں۔ ان کی کمیت ابو عقبہؓ تھی۔

مزید تفصیل ابن حجر نے تہذیب العہذیب (۱۴۲۶)، میں دی ہے جو یہ ہے: ”ہمام بن محبہ بن کامل بن شیخ (۱۴۲۷) الیمانی ابو عقبہ الصعنانی الابناوی نے ابو ہریرہ، معاویہ، ابن عباس، ابن عمر اور الزیر سے روایتیں کی ہیں۔ اور خود ان سے ان کے بھائی وہب بن محبہ، ان کے بھتیجے عقیل بن معقل بن محبہ، علی بن الحسن بن آتش اور عمر بن راشد نے روایتیں کی ہیں۔ اسحاق بن منصور نے ابن معین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ (ہمام) ثقہ تھے۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب الثقات میں کیا ہے۔ الیمنی نے احمد سے روایت کی ہے کہ یہ (ہمام) غزوہات (اسلامی جنگوں) میں حصہ لیا کرتے اور اپنے بھائی وہب کے لئے کتابیں خریدا کرتے تھے۔ انہوں نے ابو ہریرہ کے پاس زانوئے شاگردی تھے کیا اور ان سے حدیثیں سنیں جو تقریباً ایک سو چالیس ہیں، سب کی سب ایک اسناد رکھتی ہیں۔ عمر نے ان کا زمانہ پایا جب کہ یہ بوڑھے ہو گئے اور ان کی بہوؤں (حاجب) ان کی آنکھوں پر گر گئی تھیں۔ ہمام نے ان (میر) کو یہ (حدیثیں) پڑھ کر سنانی شروع کیں لیکن جب تھک گئے تو عمر نے (رسالہ) ہاتھ میں نہ لیا اور باقی کو خود پڑھ کر سنایا۔ عبد الرزاق (راوی) یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ کون سا حصہ انہوں نے پڑھا اور کون سا ان کو پڑھ کر سنایا گیا۔ ابن سعد نے کہا کہ ان کی وفات سنہ اکتیس (احدى وشین ۱۴۲۸) میں ہوئی۔ بخاری کا بیان ہے کہ علی نے بیان کیا: میں نے ایک شخص سے جو ہمام بن محبہ سے ملا تھا پوچھا کہ ہمام کی وفات کب ہوئی؟ کہا سنہ دو میں (۱۴۲۹) اور ابن عینیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہا کہ میں ہمام کی آمد کا دل برس تک انتظار کرتا رہا۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ ابن سعد (۱۴۳۰) الخلیفہ اور ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات سنہ

اکتیں یا بتیں میں ہوئی۔ الحجی نے بیان کیا ہے کہ یہ یمنی، تابیٰ اور شفہ تھے۔

حجی خلیفہ نے کشف الطعنون (۱۳۱) میں لکھا ہے کہ ”الصحیفة الصحیحة“ مؤلفہ، ہمام بن منبہ التوفی ۱۳۱ھ یہ وہی ہے جسے انہوں نے برداشت ابو ہریرہ تایف کیا۔ ”کتبہ عن ابو ہریرہ“ (۱۳۲)۔

### صحیفہ ہمام کا تحفظ

بہر حال ہمام بن منبہ نے اپنے استاد سے حدیثوں کا جو مجموعہ حاصل کیا تھا، اسے نہ تو ضائع کیا اور نہ اپنی ذات کی حد تک مخصوص رکھا، بلکہ اپنی نوبت پر اسے اپنے شاگردوں تک پہنچایا اور رسالہ زیر تذکرہ کی روایت یا تدریس کا مشغله انہوں نے پیرانہ سالی تک جاری رکھا۔ یہ درس بہتوں نے لیا ہوا گا لیکن خوش قسمتی سے انہیں ایک صاحب ذوق شاگرد معمر بن راشد یمنی (۱۳۳) بھی مل گئے جنہوں نے بغیر حذف و اضافہ اس رسالہ کو اپنے شاگردوں تک پہنچایا۔ معمر کو بھی ایک ممتاز اہل علم بطور شاگرد مل گئے۔ یہ عبدالرازاق بن ہمام بن نافع الحجری (۱۳۴) تھے۔ یہ بھی اسی ملک کے چشم و چراغ ہیں جس کے بارے میں حدیث نبوی وارد ہے کہ ”الایمان یمَان“ (ایمان یمن والوں میں ہے)۔

چہاں تک زیر اشاعت صحیفے کا تعلق ہے۔ عبدالرازاق نے بھنسہ روایت کرنے کا سلسلہ جاری رکھا علم کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں دو بڑے ہی اونچے شاگرد ملے، ایک امام احمد بن حنبل (۱۳۵) اور دوسرے ابو الحسن احمد بن یوسف السُّلْمی، ان دونوں نے ہمارے صحیفے کی خاص خدمت کی، امام احمد بن حنبل نے اسے اپنی تخلیف ”المُسَندِ“ کے باب ابو ہریرہ کی ایک خاص فصل میں بلا حذف و اضافہ ختم کر دیا اور جب تک مند احمد بن حنبل دنیا میں باقی ہے۔ صحیفہ ہمام کے بھی باقی رہنے کا سامان کر دیا۔ دوسرے شاگرد سُلْمی نے اس صحیفے کی مستقل روایت کا سلسلہ جاری رکھا، اور ان کو اور ان کے شاگردوں کو نہ لَا بعد نسلِ ایسے شاگرد رشید ملتے گئے جنہوں نے اس قابل قدر یادگار کو آلاش سے پاک اور حفاظت سے رکھا۔ چند نسلوں بعد عبدالوحاب ابن مندہ اصفہانی کا زمانہ آیا تو ان کے دو شاگردوں نے اس رسالہ کی حفاظت کا اپنی اپنی جگہ سامان کیا۔ ایک تو ابو الفرج مسعود بن الحسن الشَّفی جن کے سلسلے میں محمد ابن جہل اور اسماعیل بن جمادہ جیسے ممتاز مشاہیر کے نام ملتے ہیں اور کم از کم ۸۵۶ھ تک باقاعدہ درس اور روایت کی اجازت دینے کا سلسلہ جاری رہا۔ دوسرے ان عبدالوحاب ابن مندہ کے دوسرے شاگرد محمد بن احمد اصفہانی ہیں، جن کے شاگرد ایک خراسانی عالم محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن مسعود السُّعُودی البندھی (بندھی) (۱۳۶) نے صلیبی جنگوں کے زمانے میں ۷۷۵ھ میں مدرسہ قاصریہ صلاحیہ میں (جو سلطان صلاح الدین نے دمیاط یعنی مصر میں قائم کیا تھا) اس کا درس دیا،

اتفاق سے یہ اصل نسخہ محفوظ ہے اور ۶۷۰ھ یعنی تقریباً پوری ایک صدی تک اسی نسخے پر نسل بعد نسل علماء نے اپنے درس کا مدار رکھا اور اس میں اپنی درس دیتی اور حاضر الوقت طلبہ کے نام وغیرہ درج کر کے دستخط کئے۔ اس سماں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ بندھی جو الملك الافضل بن سلطان صلاح الدین کے استاد تھے، ان کے درس میں دمیاط کا فوجی گورنر ٹینس اور دمیاط کے متعدد اساتذہ و فضلاء بھی حاضر تھے۔ فیض علم کے ان جاری رکھنے والوں کا شجرہ یوں بتتا ہے:-

رسول اکرم ﷺ (۲۵۵ھ قبل ہجرت تا ۱۱۴ھ)

ابوہریرہ (فوت ۵۵۸ھ)

ابوعقبہ ہمام بن منبه (فوت ۱۰۱ھ)

ابو عروہ معمر بن راشد (فوت ۱۵۳ھ)

ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع (۱۲۶ھ تا ۲۱۱ھ)

امام احمد بن حنبل (۱۶۲ھ تا ۲۳۱ھ)

مطلوبہ

احمد بن یوسف الحنفی

ابو بکر محمد بن الحسین القطان (ف ۳۰۲ھ)

ابراہیم بن محمد القطان

محمد بن اسحاق ابن منده (۳۱۱ھ تا ۳۹۵ھ)

عبدالواہب بن محمد ابن منده

مسعود بن الحسن الشی

محمد بن احمد بن محمد الاصلہی

محمود بن ابراہیم ابن منده

محمد بن محمد بن محمد بن ہبۃ اللہ بن جیل

القاسم بن محمود بن مظفر بن عمار

ابراہیم بن احمد بن عبد الواحد

عبداللہ ابن جامع

اسماعیل ابن جامع

مخوطہ برلین

مخوطہ دمشق

جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا، صحیفہ ہام کی جہاں نہ لہ بعذ نسلی مستقل اور علیحدہ روایت کا سلسلہ جاری رہا، ویسے بعض محدثوں نے اس کو اپنی تائیفوں میں کالا لضم یا جزاً مغم بھی کر لیا۔ ان میں سے امام احمد بن حنبل نے چونکہ مولف یا راوی وار حدیثیں مرتب کیں، اس لئے ان کے لئے ممکن تھا کہ صحیفہ ہام کو بخوبی محفوظ رکھیں اور انہوں نے یہی کیا بھی ہے (۲۴)۔ اس سے جہاں صحیفہ ہام کے نو دستیاب شدہ مخطوطے کی صحت کی توثیق ہوئی ہے، ویسے خود اس مخطوطے سے مند احمد بن حنبل کے قابل اعتماد ہونے کا ثبوت ملتا ہے، اللہ نے اس طرح ان دونوں خادمان علم کو جزا دیتے ہوئے آخرت کے ساتھ دنیا میں بھی سرخود کر دیا ہے۔ البتہ دوسرے محدث چونکہ موضوع وار حدیثیں مرتب کرتے رہے، مثلاً امام بخاری، عبدالرزاق اور عمر بن راشد وغیرہ، انہوں نے مجبوراً صحیفہ ہام کی حدیثوں کو اپنی کتابوں کے مختلف ابواب میں منتشر کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر سرسراً حلاش میں صحیفہ ہام کی مندرجہ ذیل حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں صحیفہ ہام ہی کے خواہ سے ملتی ہیں اور بغیر کسی نقطے کے فرق کے:

### مسلم

### بخاری

### نمبر حدیث ہام

۱۔ کتاب الایمان والذور باب اول حدیث نمبر (۸۳۷) (۲۲۲ صفحہ ج ۱)

الفھائل ج ۲ ص ۲۳۸

۲

الیضا

۳

الادب باب ما شنی عن التحسد ۷۸۷۵۷

الجمع ج ۱ ص ۲۸۱

۷

الساجد ج ۱ ص ۲۲۷

۸

الصلوة ج ۱ ص ۱۷۶

۹

الحج ج ۱ ص ۳۲۵

۱۰

الجنة ج ۲ ص ۳۸۱

۱۱

الایمان والذور باب ثالث حدیث نمبر (۸۳۶) (۲۲۳ صفحہ ج ۱)

(الف) الحق باب اذا ضرب العبد (۲۰/۲۹)

- ١٧ قتل الحيات ح ٢٢ ص ٢٣٦
- ١٨ الامارة ح ٢٢ ص ١٣٣
- ١٩ مناقب باب علامات البوة (٦١/٢٣) حدیث نمبر (٣٥)
- ٢٠ مناقب باب علامات البوة (٦١/٢٣) حدیث نمبر (٣٥)
- ٢١ تفسیر سورة العنكبوت آخري حدیث (٦٢)
- ٢٢ -  
الصلة باب الاذان ح ١ ص ١٦٨
- ٢٣ توحید باب كان عرش على الماء (٩٧/٥) حدیث نمبر (٣)
- ٢٤ الجهاد والسير باب الحرب خدعة (٥٢/١٥٥)
- ٢٥ التوحید باب يريدون ان يتبدلو (٩٧/٣٥) حدیث نمبر (٥)
- ٢٦ ---  
الذكر والدعا ح ٢٢ ص ٣٣٦
- ٢٧ ---  
الطهارة ح ١ ص ١٣٧
- ٢٨ ---  
المساجد و مواضع الصلاة ح ١ ص ٢٣٢
- ٢٩ ---  
الإيتاء، ص ٢٠٠
- ٣٠ التقدیر باب القاء التذر (٨٢/٢) حدیث نمبر (٢)
- ٣١ ---  
الزكاة ح ١ ص ٣٢٢
- ٣٢ انبیاء باب واذکر في الكتاب مريم (٢٠/٣٧) حدیث نمبر (٨)
- ٣٣ الاذان (باب اقامة الصف (١/٣٢))
- ٣٤ الاذان (ابن ابي الدنيا (ابن ابي الدنيا))
- ٣٥ القدر ح ٢٢ ص ٢٣٥
- ٣٦ افضل باب من افضل عريانا (٥٢٠) انبیاء  
باب والیب اذنادي ٢٠/٢٢ التوحید باب

- يريدون ان يتذروا ٣٥، نمبر ٣)
- ٢٢ انباء باب و آتنا داود (٢٠٣٧) الشير سورة من امرائل ---
- ٢٩ الاستدان باب تسلیم القليل (٢٧٩٣) ---
- ٤٥ الشیر (سورة ق) حدیث نمبر ٣ الجنة، باب جهنم ح ٢ ص ٣٨٢
- ٥٣ --- ٧٨ الایمان ح اص ٧٨
- ٥٥ --- ٧٨ الایمان ح اص ٧٨
- ٥٧ انباء باب واد قال ربک (٦٠٢ حدیث نمبر ٥) الجنة ح ٢ ص ٣٨٠
- ٥٨ ايضاً، استدان باب بدء السلام (١٩١٧) الفھائل (موئی) ح ٢ ص ٢٦٧
- ٥٩ كتاب بدء الحلق باب دفاة موئی (٦٠٣٢) الطهارة ح اص ١٥٣، الفھائل (موئی) ح ٢ ص ٢٦٦
- ٦٠ اغسل من اغسل عريانا (٥٢٠) البيوع ح ٢ ص ١٨
- ٦٢ الادب ح ٢ ص ٢٠٨
- ٦٣ الملbas ح ٢ ص ١٩٥
- ٦٤ التقدیر باب: اللہ اعلم بما كانوا عاملین ٨٢٣ نمبر ٣
- ٦٧ لفتن ح ٢ ص ٣٧
- ٦٩ الطهارة ح اص ١٣٦
- ٧٠ الجہاد والسریر باب من اخذ الرکاب ٥٦١٢٦ الزکۃ ح اص ٣٢٥
- ٧١ احیل (باب الزکۃ) (٩٠٣ حدیث نمبر ٢) احیل (ایضاً)
- ٧٣ الطهارة ح اص ١٣٨
- ٧٥ الزکاة باب صوم المرأة (٦٧٨٥) الزکاة ح اص ٣٣٠

- ٢٣٢ ص ٢ ج الدعاء والذكر
- ٢٣٨ ص ٢ ج من الأدب الفاظ
- ٧٧ ص ٢ ج الاقضية
- ٣٥٣ ص ٢ ج التوبية
- ٣٣١ ص ٢ ج الدعاء والذكر
- ١٢٣ ص ١ ج الطهارة
- ٩٣٢ (العنى باب عنى أثير)
- ٨٣ باب العاشر باب الرصن
- ٨٥ باب الحلق باب ماجاه في صفة الجنة (٥٩٨) حديث نبر
- ٨٦ ص ٢ ج الجهاد والسير
- ٢٣٧ ص ٢ ج البر والصلة
- ٥٦ ص ١ ج الآيات
- ١٨٠ ص ١ ج الصلاة
- ١٣٣ ص ٢ ج الامارة
- ٣٢٣ ص ١ ج الزكاة
- ٨٣ (الوضوء باب ما ينفع من التجاالت ٢٧٤ حديث نبر)
- ٩٣ (القطة باب اذا وجد ترة ٣٥٥)
- ٩٥ (الآيات والذور باب اول حديث نبر ٨٣١)
- ٩٧ ص ٢ ج البيوع
- ٣٢٨ ص ٢ ج البر والصلة
- ٩٩ (الغبن باب من حمل علينا السلام ٩٢٧)
- ١٠٠ (المجازي باب ما اصاب النبي ١٣٢٥، حديث نبر)
- ١٠١ ص ٢ ج الجهاد والسير
- ١٠٣ (الآيات باب حسن السلام ٢٣٢)

- الساجد ح ١ ص ٢٢٣ ١٠٧
- الطهارة ح ١ ص ١١٩ ١٠٨ الوضوء باب لا تقبل صلاة بغیر طهور (٢٢٣)
- اصلیل باب فی الصلاصة (٩٠٢) ١٠٩
- الساجد ح ١ ص ٢٢٠ ١١٠
- الامارة ح ٢ ص ١٣٧ ١١١
- انبياء باب طوفان حدیث الحضر (٦٠/٢٨) حدیث نمبر ٢ ١١٢
- انبياء باب بعد حدیث الحضر (٦٠/٢٩) ١١٣
- الزهد ح ٢ ص ٣١٩ ١١٤
- صلاۃ المسافرین ح ١ ص ٢٦٧ ١١٥
- الأیمان ح ٢ ص ٥٣ ١١٦
- الصلة باب ذنون الخاتمة (٨٠/٣٨١) ١١٧
- التوحید باب قول الله تعالى الملك من ثلاثة  
١١٨ حدیث نمبر (١٣١)، حدیث نمبر (٩٧/٣١) ١١٩
- المجہاد والمسیر ح ٢ ص ٨٥ ١٢٠
- الکاچ فرض لجس باب احلت لكم الغنائم  
١٢١ حدیث نمبر (٦٧/٨) ١٢٢
- التعییر باب الاسترامة (٩١/٣٠) ١٢٣
- المناقب باب علامات النبوة ٦١/٢٣ حدیث نمبر ١٢٤
- ال ايضا ١٢٥
- الامارة ح ٢ ص ١١٩ ١٢٦
- السلام ح ٢ ص ٢٢٠ ١٢٧
- الطب باب اھمین حق (٧٧/٣٦) ١٢٨
- اللباس باب الواشحة (٧٧/٨٢) ١٢٩
- الفھائل (بیسی) ح ٢ ص ٢٦٥ ١٣٣

۱۳۲ المغازی باب وفردنی حنفیہ ۷۰/۴، حدیث نمبر ۳

اعمیر باب لَعْنَهُ فِي النَّامِ ۲۹/۸۰

الجهاد والسرور، ج ۲ ص ۸۹

۱۳۸

ممکن ہے زیادہ دیدہ ریز تلاش پر بخاری و مسلم ہی میں مزید حدیثیں صحیفہ ہام کے حوالے سے ملیں۔ مذکورہ بالا حوالوں میں سے بعض کے لئے میں ڈاکٹر محمد یوسف الدین صاحب کی نوازوں کا منون ہوں--- یہاں ان حدیثوں سے بحث نہیں جو صحیفہ ہام میں تو ہیں، لیکن بخاری و مسلم نے کسی دوسرے مأخذ (راوی) سے لے کر درج کی ہیں، صحیفہ ہام سے نہیں۔

بہر حال فہrst بالا سے نظر آئے گا کہ صحیفہ ہام کی کل (۱۳۸) حدیثوں میں سے (۹۱) صحیحین میں موجود ہیں۔ (۲۳) دونوں میں ہیں، مزید برآں (۲۵) صرف بخاری کے ہاں، اور (۳۳) صرف مسلم کے ہاں ہیں۔ مسلم کے الفاظ اکثر یہ ہیں:

حدثنا معمر عن همام بن منبه قال: هذا ما حدثنا ابوهريرة عن رسول الله ﷺ فذكر  
احاديث منها، وقال رسول الله ﷺ ---

(یعنی معمر نے ہام کے حوالے سے حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ حدیث ابوهریرہ نے آنحضرت ﷺ کے متعلق بیان کی۔ پھر کئی حدیثوں کا ذکر کیا جن میں یہ ہے کہ ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے---“)

یہ امر بڑا تاثر انگیز ہے کہ باوجود صدیوں کا فصل ہونے، اور درمیان میں راویوں کی نسلیں گزر چکی ہونے کے، ان حدیثوں کا مفہوم تو کیا، کوئی نقطہ، کوئی شوشه تک نہیں بدلتا، اس انسانی احتیاط اور دیانت داری کے سامنے ادب سے سر جھکائے بغیر چارہ نہیں۔

مذکورہ بالآخرتیحی احادیث سے ہمارا فٹا اس بحث کے ایک پہلو کو واضح کرنا اور بطور مثال و نمونہ چند حوالے دینا ہے اور اس، اسی لئے دیگر کتب حدیث مثلًا جامع معمر بن راشد، مصنف عبدالرازق وغیرہ میں مندرج شده احادیث صحیفہ ہام کی کاملا تلاش غیر ضروری سمجھی گئی۔

البتہ ایک امر کہے بغیر گزرنَا مناسب نہیں استاد شاگردوں کا یہ شجرہ ملاحظہ ہو:  
امام بخاری مؤلف کتاب الجامع الصحیح (مطبوعہ)  
از امام احمد بن حنبل، مؤلف کتاب المسند (مطبوعہ)

از عبدالرازاق، مولف کتاب المصف (مخطوطات)

از معمر بن راشد، مولف کتاب الجامع (مخطوطات)

از ہمام بن محبہ، مولف التحیفۃ الصحیحۃ (یعنی کتاب ہذا)

اگر ایک حدیث امام بخاری کے بیان کے مطابق مذکورہ بالا سند سے مردی ہے تو جب تک ان کے ان اساتذہ کی کتابیں موجود نہ تھیں۔ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ شاید امام بخاری نے حق نہ کہا ہو، لیکن اب یہ ساری کتابیں دستیاب ہو جانے سے اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ مثلاً امام بخاری ”نے کوئی چیز من گھڑت اور جلسازی کر کے یا جلسازوں سے سن کر نہیں لکھی بلکہ اسناد میں مأخذ در مأخذ کا جو سلسلہ دیا ہے، وہ پورے کا پورا واقعی و حقیقی بھی ہے اور اب تمامہ ہمارے سامنے آ جانے سے ان کی صداقت کی جائیج بھی ممکن ہو گئی ہے اور یہ سب کے سب سچے ثابت ہوئے ہیں، اور کس شان کے ساتھ۔

ظاہر ہے کہ امام بخاری وغیرہ کی تالیفوں سے موجودہ مخطوطے کا کوئی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بجز اس کے کہ تخریج احادیث کی جائے۔ البته مند احمد بن حنبل سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں وہ بجنبہ نقل کر دیا گیا ہے اس مقابلہ پر نظر آتا ہے کہ:-

۱۔ مند احمد بن حنبل اور ہمارے مخطوطات میں احادیث کی ترتیب یکساں ہے بجز احادیث نمبر ۹۳، ۱۳۳، ۱۲۶ کے جن میں تقدم و تاخر ہوا ہے لیکن الفاظ بعینہ وہی ہیں۔

۲۔ مند احمد بن حنبل میں ایک پانچ لفظی مختصر حدیث ہے جو ہمارے مخطوطوں میں نہیں ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر ۱۲ کا حاشیہ) اس کے برخلاف مخطوطوں کی حدیث نمبر ۹ مند احمد بن حنبل میں حذف ہو گئی ہے۔ ہم نے مند احمد بن حنبل کے مطبوعہ نسخے پر اعتاد کیا ہے۔ اس میں طباعت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اس کا نیا ایڈیشن جو متعدد قدیم مخطوطوں سے مقابلہ کر کے شائع ہو رہا ہے، ابھی تک اس حصے تک نہیں پہنچا جہاں صحیحہ ہمام درج ہے۔

۳۔ ہمارے مخطوطوں کی حدیثوں (۲۹، ۴۰) میں ”وَكِي الْحَرْبُ خَدْعَةٌ“ کا جملہ دہرا یا گیا ہے۔ مند احمد بن حنبل میں یہ صرف حدیث نمبر (۴۰) میں ایک بار آیا ہے۔ نمبر (۲۹) میں نہیں۔

۴۔ بعض ذیلی چیزوں میں، جن سے اصل حدیث پر اثر نہیں پڑتا، دونوں میں کہیں کہیں فرق ہے۔ مثلاً لفظ ”اللہ“ کے بعد کسی میں ”تعالیٰ“ ہے تو کسی میں ”عز و جل“ یا کسی میں ”نی“ ہے تو کسی میں ”رسول اللہ“ یا ”ابوالقاسم“ جو سب مترادفات ہیں۔

۔ چند ایسے خفیف فرق ہیں جو عام طور پر ایک ہی کتاب کے دو مخطوطوں میں ملتے ہیں چنانچہ مخطوط دشمن و مخطوط برلن میں باہم جو فرق ہے، مخطوطوں اور مند ابن حنبل کے مابین بھی اسی طرح کا فرق ہے۔ جس سے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ تمام فرق حاشیے میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

### اسناد

ماخذ معلومات کا حوالہ بیان کرنا، اور کوئی پرانا واقعہ ہو تو اپنے استاد کے نام ہی پر اکتفا نہ کرنا، بلکہ استاد کے استاد اور ان کے استاذہ کے مکمل ناموں کا سلسلہ چشم دید، یا گوش شنید واقف کا تک پہنچانا یہ اسلامی مورخوں اور مولفوں کی اہم خصوصیت رہی ہے۔ مسلمانوں میں اس کی ابتداء اور دیگر اقوام میں اس کے کم معروف ہونے پر ایک دلچسپ بحث پروفیسر ڈاکٹر زیر صدیقی نے کی ہے (۱۳۸)۔

زیر اشارعت رسالے کے مخطوط دشمن کی سند یہ ہے: محمد بن عبدالرحمن محدثی، از محمد بن احمد اصفہانی، از عبدالوهاب بن محمد ابن منده، از والد خود محمد بن اسحاق ابن منده، از محمد بن الحسین القطان، از احمد بن یوسف الحسینی، از عبدالرزاق بن ہمام بن نافع، از معمر، از ہمام بن محبہ، از ابوہریرہ، از رسول اللہ ﷺ ۔۔۔ یہ سب پونے چھ سو سال کی سرگزشت ہے۔

لیکن انسان خطا و نیکی سے مرکب ہوتا ہے، چنانچہ بہ ظاہر سہو کاتب سے ایک درمیانی نام چھوٹ گیا ہے۔ کیونکہ ان گیارہ نسلوں میں سے چوتھی کڑی پر بیان ہوا ہے کہ محمد بن اسحاق ابن منده نے اسے محمد بن الحسین القطان سے سنًا، قصہ یہ ہے کہ ابن منده کی ولادت ۳۲۰ھ میں ہوئی جبکہ ان کے مبینہ استاد القطان کی کوئی آٹھ سال پہلے ۳۰۲ھ میں وفات ہو چکی تھی (۱۳۹)۔ ظاہر ہے کہ استاد شاگرد کا تعلق ناممکن ہے۔ ابن منده اور القطان کے درمیان کی ایک کڑی گم ہے۔

علوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ ایک سہو کتابت ہے اور ایک پوری سطر چھوٹ گئی ہے اور اس کے محسوس نہ ہونے کا باعث یہ ہے کہ اس میں صرف ایک نام، یعنی سلسلہ اسناد کی صرف ایک کڑی تھی اور اتفاق سے اس کا اور اس کے بعد کی سطر کا آغاز یکساں الفاظ سے ہو رہا ہے اس لئے نقل کنندہ کاتب کی نظر سے چھوٹ گئی۔

اس مفروضے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح عبدالوهاب ابن مندہ نے اپنے باپ سے تعلیم حاصل پائی اور اس رسالے کی روایت کی، اسی طرح محمد بن الحسین القطان سے بھی ان کے بیٹے نے تعلیم پائی اور حدیثوں کی روایت کی ہے جیسا کہ سمعانی نے (کتاب الانساب، تحت مادہ قطان) صراحت

سے بیان کی ہے۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسناد کی اصل عبارت یوں ہوگی کہ:

خبرنا والدی الامام ابو عبدالله محمد بن اسحاق، قال: اخبرنا (ابو اسحاق ابراهیم بن محمد بن الحسینقطان قال: اخبرنا والدی الامام<sup>(۱۲)</sup>) ابوبکر محمد بن

الحسین---الخ

ہمیں خبر دی میرے والد امام ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق نے، کہا ہمیں خبر دی (ابو اسحاق ابراهیم بن محمد بن الحسینقطان نے کہا: ہمیں خبر دی میرے والد امام) ابوبکر محمد بن الحسین---نے، الخ

جیسا کہ نظر آئے گا، ”محمد بن اسحاق“ کے بعد ہی ”ابوساختا“ کا لفظ آیا اور پھر ”خبرنا والدی الامام“ کے الفاظ پے در پے دو سطروں میں دہراتے گئے بے چارے کاتب کی نظر چوک گئی اور بعد میں کسی نے اسے محسوس نہ کیا تو اسے معدود رکھا جا سکتا ہے۔ یہ یوں بھی سلسلہ کی رسی چیز کے ایک دونہیں بارہ ناموں میں ایک کا اتفاقاً چھوٹ جانا ہے۔ اس سے کتاب کے اصل متن یعنی حدیثوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

یہ سہو کب ہوا؟ اس سوال کا بھی جواب دینا ممکن نظر آتا ہے۔ یہ سہو نہ صرف دمشق کے مخطوطے میں ہے، بلکہ برلن کے مخطوطے میں بھی اور دونوں کے اسنادات عبدالوہاب بن محمد ابن منده پر آکر ملتی اور پھر مشترک ہو جاتی ہیں، جیسا کہ اوپر شجرہ دے کر بتایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالوہاب بن منده کے لئے جو نسخہ تیار ہوا اسی میں یہ سہو ہوا تھا۔

یہ امر کہ یہ محض سہو ہے اور یہ کہ اس سے اصل متن پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اس بات سے بھی ثابت ہے اس سہو کے تقریباً دو سو سال پہلے اس کتاب کے پورے متن کو ایک اور مولف، امام ابن حنبل اپنی جگہ محفوظ کر چکے تھے اور آج ان دونوں ماخذوں (مند ابن حنبل اور مخطوطہ صحیفہ ہمام) کا باہمی مقابلے کرنے پر دونوں بالکل یکساں پائے جاتے ہیں اور صاف نظر آتا ہے کہ سہو کاتب سے اصل کتاب پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ جہاں مند ابن حنبل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے بعد کی صدیوں کے محدثوں نے صحیفہ ہمام کے دیانت و اراثہ تحفظ میں کوئی کوتاہی نہ کی، تو ساتھ ہی صحیفہ ہمام کے نو دستیاب شدہ مخطوطوں سے خود اس کا بھی یقین ہو جاتا ہے کہ امام ابن حنبل نے پوری علمی دیانت داری سے صحیفہ ہمام کے متعلق اپنے معلومات محفوظ کئے ہیں۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ان کی وفات کے ساری ہی گنجائیہ سو سال بعد ان کی علمی دیانت داری کی جائیج ہوگی۔ اگر انہوں نے صحیفہ ہمام کی حد تک

جعل سازی نہیں کی تو اپنی مند کے باقی اجزاء میں بھی عمداً کوئی ایسی بد دیانتی نہیں کی ہوگی۔

ہمام بن منبه کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ انہوں نے ابوہریرہؓ سے احادیث کا یہ مجموعہ ۵۵۸ھ سے (جبکہ حضرت ابوہریرہؓ کا انتقال ہوا) پہلے ہی حاصل کیا ہوگا۔ اگر اب (۱۳۷۵ھ تک) سوا تیرہ سو سال کے عرصہ میں اسی مجموعے کی عبارت نہیں پدلی، بلکہ مجتبیہ باقی رہی تو رسول اکرم ﷺ سے سننے اور ابوہریرہؓ کے اس کو لکھ لینے کی مختصر مدت میں اس میں تبدیل و تحریف کا امکان نہ ہونا چاہئے، خاص کر اس لئے کہ یہی حدیثیں حضرت ابوہریرہؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی مردوی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا سلسلہ اسناد مختلف رہا ہے۔ بعض حدیثوں کو تو کئی کئی صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اگر آج کی صحبت میں بے ضرورت تطویل اور تحکماً دینے والے اطناہ کا خوف نہ ہوتا تو اس رسائل کی ہر ہر حدیث کے متعلق تلاش کر کے یہ بتالیا جاتا کہ کس کس حدیث کی ابوہریرہؓ کے سوا مزید کس کس صحابی نے روایت کی ہے اور وہ کن کن وسائل سے محفوظ ہوتی ہوئی ہم تک آئی ہے اور کس طرح وہ باہم ایک دوسرے کی توثیق کرتی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی جانب کسی خفیف سے خفیف جعل سازی یا علمی بد دیانتی کا گمان تک نہیں رہتا۔ یہ حدیثیں بخاری، مسلم اور صحاح ست کے دیگر مولفوں نے تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اپنے دل سے نہیں گھٹیں بلکہ عصر اول سے بحفاظت چلی آنے والی چیزوں ہی کو اپنی تالیفوں میں داخل کیا۔

### مخطوطوں کی کیفیت

یہ صورت حال کتب حدیث پر ہمارا اعتماد مختکم کئے بغیر نہیں رہ سکتی اور پر بیان ہوا ہے کہ صحیفہ ہمام بن منبه کے ہمیں اب تک صرف دو مخطوطوں کا پتہ ہے۔ اور ان دونوں کا حرف بہ حرفاً مقابلہ کر کے یہ ایڈیشن تیار کیا گیا ہے۔ ان کی مختصر کیفیت بے محل نہ ہوگی۔

مخطوط برلین کا نمبر وہاں کی فہرست مخطوطات عربی میں (۱۷۸۲WE، ۱۳۸۳) ہے۔ یہ ذخیرہ دوسری جنگ عظیم سے پہلے تک برلین کے سرکاری کتب خانے میں تھا۔ دوران جنگ میں حفاظت کے لئے یہ شہر یونیٹس بھیجا گیا اور آج (۱۹۵۲ھ/۱۹۷۳ء) تک وہ وہیں ہے۔ وہاں صحیفہ ہمام ایک مجموعہ رسائل میں ہے۔ جن میں وہ ورق نمبر (۵۲) سے شروع ہو کر نمبر (۶۱) تک یعنی آخر ورقوں میں ہے۔ نیچے میں دو جگہ ایک ایک ورق گم ہو گیا ہے۔ اس کا جنم (۱۷۸۵x۱۷۸۵) سینٹی میٹر ہے۔ اور ہر صفحے میں (۱۹) سطریں آئی ہیں اور اس میں ہر حدیث ”وقال“ (اور انہوں نے کہا) کے الفاظ سے شروع ہوئی ہے جو سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اپنے اولین سفر برلین کے وقت میں نے اپنے

ہاتھ سے اس کی نقل کی اس سے حسب استطاعت مقابلہ کیا تو آخر میں، میں نے یہ عبارت درج کی تھی:

”نَقَلَهُ لِفَظًا مِنَ الْأَصْلِ الْمَحْفُوظِ فِي خِزَانَةِ الْحُكُومَةِ الْبَرْوَسَاوِيَّةِ فِي بَرْلَىءِ يَوْمَ عَرْفَةٍ وَيَوْمًا قَبْلَهُ ۱۳۵۱ مِنَ الْهِجْرَةِ وَتَقَابَلَهُ مِنَ الْأَصْلِ الْمَنْقُولُ عَنْهُ بِحَسْبِ الْإِسْتِطَاعَةِ،  
مُحَمَّدُ حَمِيدُ اللَّهِ“.

(محمد حمید اللہ نے اصل نسخے سے جو حکومت پروشیا کے کتب خانہ واقع برلن میں محفوظ ہے، ۱۳۵۱ ہجری میں اس کو لفظ بلفظ بروز عرفہ اور اس سے ایک دن پہلے نقل کیا، اور جس اصل سے یہ نقل حاصل کی گئی اس سے حسب استطاعت مقابلہ کیا۔)

یہ نسخہ بارہویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانے کا ہے۔ جب ہم نے بروکلمن (۱۴۳<sup>۱</sup>) کی طرف رجوع کیا تو افسوس ہوا کہ اس نے فاش غلطیاں کی ہیں۔ بروکلمن اس صحیفہ کو ہام بن محبہ کے نام کے تحت نہیں بیان کرتا۔ جب ہم نے تلاش کو جاری رکھا تو اس کا پتہ مخفی اتفاقاً چلا۔ وہ اس صحیفہ کو ”عبدالوہاب بن محمد بن اسحاق بن مندہ المتوفی ۲۷۴ھ مطابق ۱۰۸۲ء“ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے: ”آپ کی تالیفوں میں صحیفہ ہام بن مندہ (نام یوں ہی ہے) المتوفی ۱۵۱/۲۸۷ء (سنہ اسی طرح ہے) ہے جو ابوہریرہ متوفی ۵۸/۲۷۸ء سے مردی ہے۔“ یہ غلطی طبع اول ہی میں نہیں بلکہ ضمیر کتاب اور جلد اول کی طبع جدید میں بھی ہے۔ اس نے ”ہام بن مندہ“ لکھا ہے حالانکہ مراد ”ہام بن محبہ“ کے سوائے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح اس سے ان کی تاریخ وفات میں بھی سہو ہوا ہے (صحیح تاریخ ۱۰۱ھ ہے نہ کہ ۱۵۱ھ)۔ اسی طرح اس نے عبدالوہاب ابن مندہ کی طرف منسوب کرنے میں فاش غلطی کی ہے۔ وہ تو کسی ایک زمانہ میں صرف راوی تھے۔

### مخطوطہ دمشق

دمشق کا مخطوطہ اپنے ہشیر خطوطے پر ایسی ہی فوقیت رکھتا ہے جیسے کہ سورج کا ذاتی نور چاند کی مستعار روشنی ہو، اور وہ وہاں کتب خانہ ظاہریہ میں محفوظ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی (کلکتہ یونیورسٹی) نے مجھے اس کا پتہ دیا اور دمشق کے ڈاکٹر صالح الدین مخدی کی مہربانی سے مجھے اس کتاب کے فوٹو فراہم ہوئے۔ یہ دونوں میرے اور ان تمام لوگوں کے شکریہ کے مستحق ہیں جو اس کتاب کے پڑھنے سے مستفید ہوں گے۔

دمشق کا یہ مخطوط بھی کئی رسالوں کے مجموعہ کے ضمن میں ہے لیکن یہ امتیاز رکھتا ہے کہ مکمل ہے

اور کتابت کی تاریخ کے لحاظ سے بھی برلین کے مخطوطے سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ چنانچہ چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح یہی وہ اصل نسخہ بھی ہے جو درس اور ساعت میں استعمال ہوتا رہا اور متعدد مرتبہ اس پر اجازت ثبت ہوئی ہے۔ ابن عساکر مصنف ”تاریخ دمشق“ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے اسی مخطوطے پر درس دیا ہے، وہ خوش خط ہے البتہ لکھنے والے نے اکثر جگہ حروف پر نقطے نہیں دیے ہیں۔ ہر صفحہ میں ۲۱ یا ۲۲ یا ۲۳ سطریں ہیں۔ میرے پیش نظر فتو کا جم جرمی کی کتاب کے جم کے برابر ہی ہے۔ یہ نسخہ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں دمیاط (مصر) کے ایک نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ ان لڑائیوں اور فتوں کے زمانہ میں محدثین کے پاس اسلامی درس کے جو عادات اور آداب تھے، ہم ان کو اس کی ساعتوں میں دیکھتے ہیں یہاں ان کی تفصیل کی حاجت نہیں۔

دونوں مخطوطوں میں کاتب نے روایت کے بعض اختلافات کو حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ ”اوخر“ یا ”اُذْخَر“ اسی طرح ”تَرْكِتُكُمْ“ یا ”ثُرِكِتُمْ“، ”يَحْيِيُونَكَ“، ”فَزَاوِهَةَ“، ”بِطَعَامِكُمْ“، ”بِطَعَامِهِ“، ”جِهَنَّمْ“، ”حِينَلَدْ“۔ ان اختلافات سے حدیث کا مفہوم بالکل نہیں بدلتا۔ مند ابن حبیل میں بھی ہم ایسے چند اختلافات حاشیہ پر درج دیکھتے ہیں ممکن ہے کہ مند کے نئے اور بہتر ایڈیشن میں یہ سارے اختلافات بھی مل جائیں کہ پہلا اڈیشن کسی تدریجی قصص چھپا ہے۔ شاید یہ اختلافات متغیر کے زمانے سے پلے آ رہے ہیں کیوں کہ انہوں نے ہام سے صحیفہ پورے کا پورا نہیں سنتا تھا، جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے ابن حجر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ شروع میں ہام ہی سناتے رہے۔ جب وہ اپنی شدید بیرون سالی کی وجہ سے تھک گئے تو ان کے شاگرد معمراً نے اپنے نقل کردہ نسخے سے باقی عبارت پڑھ کر سنائی اور تھکے ہوئے استاد توجہ نہ کر سکے۔ پرانے عربی خط کی خامیوں کو قراءت ساعت کے ذریعہ سے کشیدل کیا جاتا تھا جو یہاں پوری طرح نہ ہو سکا۔

### حدیث لکھنے کی ممانعت یا کراہیت

ایسی حدیثیں یا صحابہ و تابعین کی ذاتی رائیں بھی ملتی ہیں جن میں حدیث کے لکھنے کی ممانعت نظر آتی ہے، اس کی تحقیقت کے بغیر یہ بحث تشنہ رہے گی۔

اس بارے میں سب سے اہم روایت (۱۳۲) حضرت ابوسعید الخدريؓ کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لاتكتبوا عنى شيئاً سوى القرآن، فمن كتب عنى غير القرآن فليتمحث.

مجھ سے قرآن کے سوا کوئی اور چیز قلمبند نہ کرو، اگر کسی نے قرآن کے سوا مجھ سے (سی

ہوئی) کوئی چیز لکھی ہو تو اسے مٹا دے۔

یہی روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی کی ہے (۱۳۳)۔

ان ہی ابوسعید خدریؓ کی ایک اور روایت ہے: ”میں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی کہ حدیث لکھوں تو آپ نے مجھے اجازت دینے سے انکار فرمایا (۱۳۴)۔“ روایت سنن داری (۱۳۵) میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے: ”لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی کہ آپ سے (سی ہوئی باتیں) لکھیں تو آپ نے انہیں اجازت عطا نہ فرمائی۔“ زید بن ثابتؓ کے الفاظ میں ”رسول کریم ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ آپ کی حدیث کی کوئی چیز نہ لکھیں،“ (۱۳۶)۔

سیاق و سبق سے پھرزا ہوا حکم کوئی اہمیت رکھتا ہے تو بعض طریقوں نے قرآن مجید میں ”لاتقربوا الصلوٰۃ“ (نماز کے پاس پہنچنے تک نہیں) کا حکم بھی ڈھونڈ نکالا ہے مذکورہ بالا حدیث میں راوی نے ابوسعید خدریؓ سے سیاق و سبق دریافت نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کے بیان کرنے والوں میں ابوسعید خدریؓ کے علاوہ ابو ہریرہؓ بھی ہیں اس لئے اس حدیث کا زمانہ مستین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ابو ہریرہؓ کے میں غزوہ خوبی کے زمانہ میں یمن سے آکر مسلمان ہوئے، ابوسعید خدری اور زید بن ثابت دونوں ۳۵ میں جنگ احمد کے وقت اتنے کم سن تھے کہ فوج میں بھرتی ہونے کے شوق میں آئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں واپس کر دیا (۱۳۷)۔ ابو ہریرہؓ کی ایک اور حدیث سے اس گفتگی پر روشنی پڑتی نظر آتی ہے--- اگرچہ اس کے راوی عبدالرحمن بن زید ضعیف سمجھے جاتے ہیں--- آنحضرت ﷺ ایسے وقت برآمد ہوئے جب ہم حدیثیں لکھ رہے تھے، فرمایا: تم لوگ یہ کیا لکھ رہے ہو؟ ہم نے کہا: وہ حدیثیں جو ہم نے آپؓ سے سنی ہیں، فرمایا: کیا تم کتاب اللہ کے سوا کوئی اور کتاب چاہتے ہو؟ تم سے پہلے کی ہمیوں کو کسی اور چیز نے نہ بھکایا بجز اس کے کہ انہوں نے کتاب اللہ کے ساتھ دیگر کتابیں بھی لکھے ڈالیں“ اور ایک دوسری روایت میں اس کے بعد یہ بھی اضافہ ہوا ہے، ”ابو ہریرہؓ نے کہا: اس پر ہم نے ان تمام (لکھی ہوئی چیزوں) کو ایک میدان میں جمع کیا اور ان کو آگ لگا ڈالی۔“ ایک اور روایت اسی کے ہم معنی ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”کیا کتاب اللہ کے ساتھ کوئی اور کتاب؟ کتاب اللہ کو پاک اور خالص رکھو“ (۱۳۸)۔ ان ہی عبدالرحمن بن زید نے ابو ہریرہؓ کے حوالے سے یہ روایت بھی کی ہے: ”رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بعض لوگوں نے آپ ﷺ کی حدیث لکھ لی ہے، اس پر آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و شاکر کے بعد فرمایا: یہ کیا کتابیں ہیں جو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے لکھ لی ہیں؟ میں ایک بشر ہوں، اگر کسی کے

پاس (ان کتابوں) کی کوئی چیز ہے تو لے آئے۔ (۱۳۹)

ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۷۰ یا اس کے بعد کسی زمانے میں ایک، مرتبہ آنحضرت ﷺ نے کوئی بہت ہی دلچسپ خطبہ دیا تھا (ممکن ہے پشنگوئیاں اور اسلام کی آئندہ ترقی و فتوحات کا معاملہ ہو، جس کا تذکرہ اوپر آیا اور جس کا عکس صحیفہ ہمام کی احادیث نمبر ۲۲ تا ۲۵ میں بھی ملتا ہے) یمن سے جہاز بھر لوگ نئے نئے آئے مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں سے متعدد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان کو قرآن مجید کے سورے دیئے گئے کہ پڑھ کر حفظ کریں۔ جب ان لوگوں نے یہ خطبہ سن تو حسن عقیدت سے اس کو بھی لکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعضوں نے خود قرآن مجید کے ان اوراق پر (جو انہیں حفظ کرنے دیئے گئے تھے) حاشیے پر جگہ پائی تو یہ خطبہ درج کر لیا۔ ان نو مسلموں سے خوف تھا کہ کہیں وہ خلط بحث نہ کر دیں اور قرآن و حدیث کو گذشت کر کے پچیدگیوں کا باعث نہ بنیں، اور اگر ہمارے گمان کے مطابق یہ پشنگوئیوں وغیرہ کے دن کا معاملہ ہے تو اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عالم مثال کے مشاہدات کا جو ذکر فرمایا تھا، اگر اسے ناامل عوام کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جائے تو تدبیر کی جگہ تقدیر پر تکمیل کر لیں اور مزید برآں عالم مثال کی خبروں اور وحی میں بڑا فرق ہے۔ جسے صرف اہل نظر سمجھ سکتے ہیں، عالم مثال کی چیزوں کی صحت میں تو شک نہیں لیکن ان کو لفظی معنوں میں نہیں لیا جا سکتا بلکہ وہ خواب کے مشاہدات کی طرح کے امور ہیں جن کی خاص تعبیر اور باطنی معنی ہوتے ہیں۔

اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابو ہریرہؓ جو خود بھی اس مناسبتی حدیث کے راوی ہیں (اور جو اپنی شدت پسندی اور حدیث کے ظاہری معنوں کی بھی پوری پوری تتمیل پر ہمیشہ زور دینے میں مصروف رہے ہیں) ان کا اپنا طرز عمل یہ تھا کہ حدیث کی بہت سی کتابیں (کتاب کشیرہ) لکھ رکھی تھیں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اگر آنحضرت ﷺ کی ممانعت موقتی امر کے متعلق نہ ہوتی بلکہ عام اور دائمی تو ابو ہریرہ جیسی شخصیت کا حدیثوں کے دفتر کے دفتر لکھہ ڈالنا ناممکن تھا۔

یہی حال ابن عباسؓ کا بھی ہے۔ یہ بھی کم سن صحابہ میں سے ہیں۔ خطیب بغدادی (۱۵۰) نے ان کی ذاتی رائے بھی لکھی ہے کہ حدیث کو نہ لکھنا چاہئے اور ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ حدیث کے لکھنے اور لکھانے میں یہ اوروں سے بھی پیش پیش ہی رہے ہیں۔

عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج اسلام کے باعث نیا نیا پیدا ہو رہا تھا اور قرآن وغیر قرآن سب ایک ہی عربی زبان میں تھے۔ ابھی قرآن کی تدوین تک مکمل نہ ہوئی تھی چہ جائیکہ اس کے الفاظ اتنے

معروف ہو جائیں کہ ہزاروں الفاظ کے اندر لپیٹ کر بھی کوئی ان کا ذکر کرے تو فوراً تیل اور پانی کی طرح جدا جدا ہو جائیں۔

ایک طرف یہ ممانعت حدیثیں ہیں تو ساتھ ہی اجازتی حدیثیں بھی ہیں، رافع بن خدیج کے ہاں لکھی ہوئی حدیثوں میں حدود حرم مدینہ کی تفصیل ہونے کا ذکر ہم اوپر دیکھے چکے ہیں۔ ان ہی رافع بن خدیج کی روایت ہے: ”ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں کیا ہم ان کو لکھ سکتے ہیں؟ فرمایا: لکھو، اس میں کوئی حرج نہیں“ (۱۵)۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے احادیث لکھا کرنے کی تفصیل اوپر بیان ہوئی، آغاز کار کا ذکر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: ”میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے فرمودہ امور دوسروں کو بھی بیان کروں، اس لئے چاہتا ہوں کہ اپنے دل (حفظ) کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ کی لکھائی سے بھی مدد لوں۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا: اگر ایسا ہی ہے تو:

### احفظ حدیثی ثم استعن بیدک مع قلبك

میری حدیثوں کو زبانی یاد کر پھر اپنے دل (حافظے) کے ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لے۔

ان تمام باتوں کا منشاء صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلط چیزیں کسی کی طرف منسوب نہ ہو جائیں۔ صرف حافظہ اور صرف کتابت دونوں میں بھی سہو و نیاں پیش آتا ہے انسانی امکان کی حد تک اس سے پہنچنے کی صورت یہی تھی کہ دونوں وقت واحد میں برتنے جائیں تاکہ ایک کی اتفاقی کوتاہی کی دوسرے سے تلافی ہو جائے۔ اسی اختیاطی تدبیر کا ایک جزو ”قراءت سماعت“ ہے یعنی لکھی ہوئی چیز کا اصل سے مقابلہ کریں، اب اب شیبہ نے کیا دلچسپ واقعہ لکھا ہے:

”ہشام بن عمروہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا: کیا تو لکھ چکا؟ میں نے کہا: ہاں، فرمایا: کیا تو نے مقابلہ بھی کر لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: پھر تو تو نے گویا لکھا ہی نہیں۔“

جب اجازت و ممانعت دونوں کی حدیثیں صحابہ اور خود ممانعت کے راوی صحابہ کی تشویش کا باعث نہ بینیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ہمیں پریشان کریں۔ ہر چیز کو سیاق و سبق کے ساتھ جانچنا چاہئے اور مقصد صرف صداقت کی برقراری ہے چاہے جس طرح حاصل ہو۔

حدیث نبوی اصل میں دو ستوں پر قائم ہے: کتابت مع مقابلہ اور قراءت ساعت، اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں۔ اگر کوئی شخص حدیث نبوی کے تحفظ اور صحت میں جو حزم اعتیاق برقراری ہے اس کا مقابلہ اسلام سے پہلے دوسرے غیربروں کی حدیثوں کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس سے، اور اسی طرح ہمارے اس موجودہ زمانے کی "تاریخ" سے کرتا ہے جو اخبارات و جرائد کے عمداً جھوٹ اور سرکاری دستاویزوں کے مکارانہ بیانات اور تدریسات پر مبنی ہوتی ہے اور فکرسلیم سے کام لے تو اس پر حدیث کی فضیلت و فویقیت واضح ہو جائے گی اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ محدثین کے کارناء، عهد صحابہ سے لے کر آج تک جوزمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکے ہیں کتنی نہ فویقیت رکھتے ہیں! مسلمانوں کی حدیث اور غیروں کی حدیث میں وہی فرق ہے جو زمین و آسمان میں، اور ان دونوں کے فرق کا کیا تھکانہ ہے۔ حدیث اسلامی کی خوبیوں پر نہ دشمن کا معاذناہ طعن و طفر پرده ڈال سکتا ہے اور نہ دوستوں کی ناداقیت، آئندہ اوراق میں صحیفہ ہام پیش ہے، سہولت کی خاطر ان حدیثوں پر ہم نے نمبر سلسلہ بڑھا دیا ہے۔

### حوالہ جات

- ۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: انہیکو پڑھیا آف برنا یکا عنوان باکل "ذیلی سرفی" اول لکھنوت یا کوئی اور تبادل مانند۔
- ۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: انہیکو پڑھیا آف برنا یکا عنوان "باکل" "ذیلی سرفی" "بیوگمعہ" جس میں بتایا گیا ہے کہ "یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ چاروں کعب اور کہاں مدون کی گئیں"۔ اسی میں بتایا گیا کہ "انجیل متی کو دوسری صدی میں مدون کیا گیا"۔
- ۳۔ تفصیل کے لئے بلاذری: فتوح البلدان، ص ۳۷۲ ۳۷۳ ملاحظہ ہو۔
- ۴۔ میری کتاب الوہائیں الیاسیہ (نمبر ۷۷) دیکھئے۔
- ۵۔ الوہائیں الیاسیہ نمبر ۲۳۳۔
- ۶۔ تفصیل کے لئے بلاذری: فتوح البلدان، ص ۳۷۲، باب "خط کی ابتداء" ملاحظہ ہو۔ مورخ بلاذری نے سترہ آدمیوں کے نام بھی گنوائے ہیں۔
- ۷۔ تفصیلات اور نقشے کے لئے دیکھئے میری کتاب "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی"، ص ۱۱۵ وابعد "صلح حدیثیہ"۔

- ۸۔ تاریخ طبری، طبع یورپ ص ۲۸۱۷ دو بعد، نیز گہن کی انگریزی تالیف: "تاریخ زوال و انحطاط سلطنت روما ج ۵ ص ۵۵۵، مطبوعہ اسکافروڈ یونیورسٹی پریس۔
- ۹۔ بلاذری: فتوح البلدان، طبع یورپ ص ۳۰۸
- ۱۰۔ حوالوں کے لئے بارتولڈ کی انگریزی کتاب "ترکستان" ص ۶
- ۱۱۔ بلاذری: فتوح البلدان ص ۳۲۸ باب فتوح الشدہ
- ۱۲۔ تاریخ طبری، حالات سن ۱۴۹۔
- ۱۳۔ اس کا امکان ہے کہ تعلیم کی تقلیل کی خاطر آپ نے تھوڑا بہت خود بھی لکھنا سیکھا ہو۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں بخاری کا مہم جملہ ہے کہ "آپ کو اچھی طرح لکھنا نہیں آتا تھا" (بخاری کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاۃ نیز کیلی ۲۳۰، ۲۳۱)
- ۱۴۔ اس زمانہ میں بھی چند مدینے والے مسلمان ہوئے تو وہاں ایک معلم بھیجا گیا (یعنی حضرت مصعب بن عیمر جو مقرری کھلاتے تھے) تاکہ لوگوں کو قرآن، فقہ اور دینیات کی تعلیم دیں۔ یہ تہجیت سے قبل کا واقعہ ہے۔ (دیکھو سیرت ابن ہشام ص ۲۸۹ تا ۲۹۰)۔ اسی طرح بخاری میں ہے "براء صالحی کہتے ہیں کہ صحابہ میں اول مدینہ میں مصعب بن عیمر اور ابن ام مکتوم آئے اور قرآن کی تعلیم دیتے گئے"۔ (بخاری، کتاب الغیر)۔
- ۱۵۔ قرض دہی کے علاوہ حدیثوں میں وصیت کو بھی لکھ رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کسی مسلمان کو جس کے پاس وصیت کے لائق کچھ مال و دولت ہو تو یہ مناسب نہیں کہ وہ راتیں بھی گزارے بغیر اس کے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی رکھی ہو "اًلَّا وَصِيَّةٌ مَكْتُوبَةٌ عِدَّةٌ" بخاری ۱۵۵ کتاب الوصایا باب الوصایا حدیث نمبر ۱۷۶
- ۱۶۔ اسد الغابہ لابن الاشیر ۳۷۵، ۳۷۶۔ استیغاب لابن عبد البر جلد دوم ص ۳۹۳۔ الاصابہ لابن حجر نمبر (۱۷۶۹) ان کا نام زمانہ جاہلیت میں احمد تھا۔ رسول اللہ نے عبد اللہ سے موسم فرمایا، صفحہ کی درسگاہ میں تعلیم پانے والوں کی کثیر تعداد کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بعض مولف اہل صفحہ کے چار سو طلبہ کا ذکر کرتے ہیں جو تجبہ نہیں کہ ایک ہی دن کی حاضری ہو کیونکہ خود مقیم و شب باش طلبہ ستر اسی تک ہو جاتے تھے (منڈ ابن حبیل ۳۷۱، ۳۷۲) عارضی مقیمین جو قبائلی وفود کے باعث ہوتے اس پر مستزاد تھے۔ قبلہ تعلیم کے سلسلہ میں مولف استیغاب نے "ستر اسی" کا ذکر کیا ہے۔ سعد بن عبادہ الانصاری ایکیلے ایک رات میں (۸۰) اسی اہل صفحہ کی ضیافت کرتے تھے (تمہیدۃ العہدۃ ابن حجر ۳۷۵ نمبر ۸۸۳)۔
- ۱۷۔ التراتیب الاداریہ عبدالحکیم الکتلانی ۱۸۷ (بحوالہ سنن داؤد)۔
- ۱۸۔ الکتلانی ۱۸۷ بحوالہ استیغاب عبد اللہ بن ام مکتوم و ابن سعد ۱۵۰، ۱۵۱
- ۱۹۔ مسلمانوں کے پاس تین سو سے کچھ ہی زائد سپاہ تھی، دشمن کی تعداد مورخوں نے سائز ہے نو سو لکھی ہے (طبری ص ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، نیز ابن ہشام ص ۲۳۳ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب، عہد نبوی کے میدان جنگ، عنوان "غزوہ بدرا")۔

- ۲۰۔ طبقات ابن سعد، ۱/۲، ص ۳ کیلی: الروض الالف جلد ۲ ص ۹۲، مند احمد بن حنبل ۱/۲۲۷، نیز کتاب الاموال ص ۱۱۶ نمبر ۳۰۹ مصنف عبدالرازاق میں بھی اس کا تفصیل تذکرہ ہے۔
- ۲۱۔ ابن تیسیہ، ذہبی ماوردی، طبری وغیرہ نے اسے حدیث قرار دیا ہے۔ طبرانی کیمیر میں ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں: ”آنَّبَنِيَ الْمَلْحَمَةُ، آنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ“ مدرسک، حاکم، طبرانی کیمیر اس کے راوی ہیں، جامع صیرج ۱/۱۵ ص ۲۶۹۔
- ۲۲۔ چاہے یہ الفاظ حدیث میں ثابت نہ ہوئے ہوں، مفہوم کی صحت پر کسی کو اعتراض نہیں۔
- ۲۳۔ سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء، ابن عبد البر: مختصر بیان العلم ص ۱۵ نیز مکملۃ کتاب العلم بحوالہ داری۔
- ۲۴۔ الکتابی: التراتیب الاداریہ ۱/۱ ص ۲۱ بحوالہ اصابة، ابوالخراشی۔
- ۲۵۔ ابن عبد البر: مختصر، بیان العلم، ص ۱۳
- ۲۶۔ بلاذری: انساب الاشراف (مخطوط قاهرہ) ۱/۱ ص ۲۲۰
- ۲۷۔ پورا متن دیکھئے۔ میری کتاب: الوطائق السیاسیہ میں نمبر (۷۷) بحوالہ بخاری، ابن طولون، یاقوت وغیرہ۔
- ۲۸۔ الوطائق السیاسیہ نمبر (۱۰۵) بحوالہ ابن هشام، طبری وغیرہ
- ۲۹۔ تاریخ طبری (طبع یورپ) سلسلہ اول ص ۱۸۵۲ تا ۱۸۵۳ و ۱۹۸۱ء
- ۳۰۔ بخاری ۲۵۰/۳ کتاب العلم، باب: هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم.
- ۳۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب الرقی نیز بلاذری: فتوح البلدان ص ۲۷۳
- ۳۲۔ مصنف عبدالرازاق ۲/۲ کتاب الجامع باب الرقام۔
- ۳۳۔ مثلاً، انساب الاشراف للبلاذری، ۲۵۲/۱، کتاب الوزراء للچهاری التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۸۲ تا ۲۸۳
- ۳۴۔ الکامل لابن الاشیر وغیرہ۔
- ۳۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے التراتیب الاداریہ الکتابی ۱/۱ ص ۱۱۶ تا ۱۲۳
- ۳۶۔ کتاب المصاحف ابی داؤد الجستنی (بحوالہ کتابی ۱۲۰)
- ۳۷۔ التدبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۸۲ تا ۲۸۳
- ۳۸۔ بخاری کتاب اللباس باب نقش الخاتم۔
- ۳۹۔ اس بارے میں دیکھئے میرا مضمون: عبد نبوی کا نظام تعلیم، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۳۱ء یا میری کتاب: ”عبد نبوی کا نظام حکمرانی“۔
- ۴۰۔ متن کے لئے الوطائق السیاسیہ نمبر (۱) بحوالہ ابن هشام، ابو عبید (ابن سید الناس وغیرہ اور تفصیلی بحث کے لئے اردو میں میری تالیف: ”عبد نبوی کا نظام حکمرانی“)۔۔۔ باب سوم، عربی میں روئیداد مؤتمر دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۹۳۸ء اور انگریزی میں اسلامک رویو (ووکنگ) اگست ۱۹۳۱ء۔
- ۴۱۔ محدث عبدالرازاق نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں: ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ الْكَلْمَةُ قَالَ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَجَهَ بَيْنَ قَرِيشٍ وَالْأَنْصَارِ“ (مصنف عبدالرازاق کتاب العقول)۔
- ۴۲۔ مند احمد حنبل، جلد چہارم ص ۱۳۱، حدیث نمبر (۱۰)

- مخطوط شیخ الاسلام، عارف حکمت بے، مدینہ منورہ، باب تحریر المسنون۔ -۳۲
- بخاری کتاب الجہاد والسریر، باب کتابۃ الاماء للناس (کتاب ۵۶ باب ۱۸۱، حدیث نمبر)۔ -۳۳
- الوطایق السیاسیہ نمبر (۳۳) بحوالہ طبی، مقریزی، قسطانی وغیرہ۔ -۳۴
- الیضا نمبر (۲) بحوالہ ابن ہشام وغیرہ۔ -۳۵
- سیرۃ رسول اللہ لابن ہشام (طبع یورپ) ص ۳۱۹۔ -۳۶
- الروض الانف ۵۸ تا ۵۹ نیز الوطایق السیاسیہ نمبر (۱۵۹) بحوالہ ابن سعد وغیرہ۔ -۳۷
- الوطایق السیاسیہ نمبر (۸) بحوالہ ابن ہشام وطبری۔ -۳۸
- سیرۃ ابن ہشام۔ ص ۳۷۲ کے، صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب: عمرۃ القصنا (۳۵/۶۲)۔ -۳۹
- متن کے لئے الوطایق السیاسیہ نمبر (۱۹۰) نیز ابوسعید قاسم بن سلام: کتاب الاموال فقرہ ص ۵، ۸، ۹۔ ابوسعید قاسم بن سلام (التوفی ۲۲۲ھ) لکھتے ہیں کہ ”خود میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ ایک سفید چڑی سے پر لکھا ہوا تھا اور میں نے حرف بہ حرف اس کی نقل لے لی۔“ -۴۰
- طبقات ابن سعد جلد دوم، حصہ اول ص ۱۲۰، نیز ترتیب کتابی ۱۷۹/۱ بحوالہ اصحاب لابن حجر، وہب بن اکیدر نیز اکیدر بن عبد الملک۔ -۴۱
- Oluf Krueckmann, New Baby Lonisehe Recht-und Verwallung Stexte -۴۲
- (Text-37) Tafel 38; Ch Edwards, The Hammurabi Code, p, II, Meissner, Badylonien und Assyrieni, 178 -۴۳
- میری تالیف ”رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی“ میں باب ”مکتوب نبوی بنام قیصر روم“۔ -۴۴
- الیضا باب ”مکتوبات نبوی کے دو اصول“ نیز باب ”مکتوب نبوی بنام نجاشی“۔ -۴۵
- ابن عساکر: تاریخ دمشق طبع جدید (شائع کردہ صلاح الدین المجد) جلد اول، ص ۳۲۰۔ -۴۶
- صحیح بخاری ۳۷۲، کتاب الحلم باب ما یذکر فی المناولة نیز تاریخ طبری ۵۶ کے واقعات ص ۳۷ مطبوعہ لائسین۔ -۴۷
- بلاذری: فتوح البلدان، ص ۵۱۳۔ -۴۸
- بخاری، ابو داؤد نیز تاریخ طبری، ص ۱۳۶۰، سن ۳۵۵ کے واقعات۔ -۴۹
- سنن دارقطنی، ابو داؤد، طبرانی، وارمی، کنز العمال وغیرہ میں اس کا متن ہے۔ سنن ابی داؤد کتاب الزکاۃ اور ترمذی کتاب الزکاۃ میں عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ زکات سے متعلق تحریری احکام اپنے عاملوں کو سمجھنے نہ پائے تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اس کو اپنی تکوار سے لگا رکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ وفات پائی، پھر حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ وفات پائی۔ -۵۰
- ای ابو داؤد میں ”ابن شہاب زہری (۱۵۵-۱۹۵) کہتے ہیں کہ میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ حضرت عمرؓ کی اولاد کے پاس تھی اور عمر ابی عبدالعزیز“ (التوفی ۱۹۰) نے اس تحریر کی نقل کروائی۔ - حضرت عمرؓ نے زکات

سے متعلق جو تحریر لکھی تھی وہ امام مالک (المتومنی ۷۴۹ھ) کی کتاب موطا کتاب الزکاۃ میں محفوظ ہے اور خود مالک "بیان کرتے ہیں کہ" میں نے حضرت عزیزی کتاب صدقہ کو پڑھا۔

المسنون للمرتضی، جلد اول، کتاب الصلوٰة، ص ۳۷۲۔

الادلة العلمية على جواز ترجمة معانی القرآن الی اللغات الاجنبية، طبع قاهرہ ص ۵۸ (اور الہمایہ والبدایہ کا حوالہ دیا ہے)

صحیح بخاری کتاب الحلم باب کتبۃ الحلم (۳/۳۹، حدیث نمبر ۲۲)

سنن ابی داؤد، باب کتاب الحلم، ترمذی ابواب الحلم باب ماجاء فی الرخصة نیز۔

ترمذی، ابواب الحلم، باب ماجاء فی الرخصة نیز

ترمذی حوالہ بالا نیز سنن ابی داؤد و کتاب الحلم، مند ابن حبیل، (طبع جدید) احادیث نمبر ۲۵۱۰، ۲۵۰۲، ۶۸۰۲، ۶۹۳۰، ۶۹۱۸، ۷۰۱۸، ۷۰۲۰ نیز ابن سعد، ابن عبدالبر وغیرہ۔

بخاری، کتاب الحلم باب کتبۃ الحلم، نیز مصنف عبدالرازاق الججزی الرابع باب کتاب الحلم، عبدالرازاق نے معر سے اور انہوں نے راستہ ہام بن منہہ سے اور انہوں نے ابوہریرہؓ سے سن۔

طبقات ابن سعد ۲/۶۲، ص ۹۶۸

اسد الغابة لابن الاشیر جلد سوم ص ۲۳۳، جہاں یہ الفاظ ہیں: "قال عبدالله حفظہ عن النبی ﷺ الف مثل"۔  
یہاں غالباً سادہ ضرب المثلین مراد نہیں۔ اس حوالے میں کتاب یا صحیحہ صادقہ کا بھی صراحت سے ذکر نہیں ہے۔

تهذیب الجنیب لابن حجر جلد هشتم ص ۳۸ تا ۵۵ نمبر (۸۰)۔

اس کا تذکرہ مند داری باب ۱۳۳ من رخص فی کتبۃ الحلم میں بھی ہے۔

طبقات ابن سعد جلد چہارم حصہ دوم، ص ۱۱

زیبر صدیقی کا انگریزی مقالہ، روپنیاد اجلاس اولی ادارہ معارف اسلامیہ، لاہور ص ۶۳ تا ص ۱۷ بعنوان "Ahadith were recorded during the life time" اس کا اردو ترجمہ مانتہامہ معارف اعظم گڑھ میں چھپا ہے۔

الروض الانف ایمیلی ۲۸۲/۲۔

التراتیب الاداریۃ کلتانی جلد اول ص ۲۷۳ تا ۲۷۵

سنن ابی داؤد، کتاب المہاد باب فی الامام سیفیں ہے فی المہود

اسد الغابة جلد اول ص ۱۲۸ (یا رسول اللہ! هذا ابینی و هو غلام کاتب)۔

مند داری ۱۳۳ من رخص فی کتبۃ الحلم۔

ایضاً

المسددرک علی کم وغیرہ، بحوالہ مولانا مناظر احسن گیلانی "تدوین حدیث" معاشرہ اول، خطیب البغدادی کی کتاب

- تقدیم اعلم، ص ۹۵ تا ۹۶ میں بھی روایت حیرہ بن عبد الرحمٰن سے بھی مردی ہے۔ رامہ مری کی کتاب الحدث الفاصل، باب الکتاب میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ کتبہها و عرضتها علی رسول اللہ ﷺ۔
- ۸۰۔ متن کے لئے الوہائی المیسر (۱۰۵) بحوالہ طبری وغیرہ، دیکھنے مند احمد خبل، ابو داؤد ونسائی کے باب الدیات۔
- ۸۱۔ بحوالہ مولانا مناظر احسن گیلانی ”تدوین حدیث“ ارجاء، مصنف عبدالرازاق میں بھی ”صحیفہ جابر بن عبد اللہ“ کا حوالہ موجود ہے اور عمر نے اس سے روایتیں بیان کی ہیں مثلاً دیکھنے مصنف ذکور باب الذنوب۔
- ۸۲۔ اصحاب حاص ۲۳
- ۸۳۔ وہب ابن کے شاگرد تھے۔
- ۸۴۔ التاریخ الکبیر للبخاری جلد ۲ ص ۸۲، (بحوالہ مناظر احسن گیلانی مقالہ بالا)
- ۸۵۔ تہذیب التہذیب (ابن حجر ۲۱۵۷، ۳۶۹)
- ۸۶۔ حوالہ بالا از ابن حجر، نیز مناظر احسن گیلانی، مقالہ بالا۔
- ۸۷۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۱۳۳۔ تہذیب التہذیب لابن حجر ۱۸۳/۷ نمبر ۳۵۱، نیز مصنف عبدالرازاق الجزء الرابع باب تحریق الکتب۔

- ۸۸۔ مناظر احسن گیلانی مقالہ بالا بحوالہ بخاری و ابن حجر عسقلانی، ان کے علاوہ اور لوگوں کے پاس کی بھی حدیثیں ملیں تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (۶۱ تا ۱۰۱ھ) نے سرکاری طور پر ان حدیثوں کے جمع کرنے اور لکھنے کا باقاعدہ انتظام فرمایا۔ چنانچہ امام مالک (۹۵۰ھ تا ۹۷۹ھ) اور امام بخاری (۹۷۲ھ تا ۹۷۶ھ) بیان کرتے ہیں:-

وَكَتَبَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزَ إِلَيْهِ أَبِيهِ بَكْرَ بْنَ حَزْمَ، أَنْظَرَ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَتَبَهُ. فَانِي خَفَتَ دِرْوزُ الْعِلْمِ وَذَهَابُ الْعُلَمَاءِ، وَلَا تَقْبَلُ الْأَحْدِيثُ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَلِيَقْشُوا الْعِلْمَ وَالْيَجْلِسُوا حِلْمًا يَعْلَمُ مِنْ لَا يَعْلَمُ فَانِي الْعِلْمُ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سَرًا.

عمر بن عبدالعزیز نے ابو Bakr بن حزم ( مدینہ کے گورز ) کو لکھا۔ دیکھو! رسول اللہ ﷺ کی جو حدیثیں تم کو ملیں ان کو لکھ لو۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں علم دین مٹ نہ جائے اور عالم چل بیسیں۔ اور صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی کو لیتا اور عالموں کو چاہئے کہ علم پھیلائیں اور تعلیم دینے کے لئے بیٹھا کریں تاکہ جس کو علم نہیں وہ علم حاصل کر لے کیوں کہ جہاں علم پوشیدہ رہا پس مٹ گیا۔ ( صحیح بخاری، کتاب اعلم، نیز موطا امام مالک ”کتاب اعلم“)۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کی تعمیل میں ابو Bakr بن حزم کے شاگرد اہن شہاب زہری (۱۵۵ تا ۱۲۵ھ) نے حدیثوں کے جمع کرنے کا کام شروع کیا۔ بخاری کے مشہور شارح حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب الحجۃ الباری شرح بخاری میں ابو نعیم کی تاریخ اصحاب کے حوالہ سے یہ بیان نقش کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کا یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے گورز کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھا بلکہ انہوں نے اسلامی مملکت کے تمام صوبوں کے

گورزوں کے نام اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔

کب عمر بن عبد العزیز الی الافاق انظروا حدیث رسول اللہ ﷺ فاجموعہ، عمر بن عبد العزیز نے تمام ملکت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ کی حدیث تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔ (این حجر: فتح الباری ح) ص ۱۸۰ مطبوعہ حافظ شمس الدین ذہبی اور حافظ ابن عبدالبر کے بیان کے بوجب احادیث اور سنن کے دفاتر مرتب ہو کر دارالخلافہ دمشق آئے اور خلیفہ عمر بن عبد العزیزؓ نے ان کی نقیصہ مملکت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ میں بھیجیں، چنانچہ سعد بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ:

امرونا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فكتبناها دفترًا دفترًا، فيبعث الى كل ارض له سلطان دفترًا.  
هم کو عمر بن عبد العزیز نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا اور ہم نے دفتر کے دفتر میں لکھیں۔ انہوں نے جہاں جہاں ان کی حکومت تھی وہاں ہر جگہ ایک ایک مجموعہ بھیجا۔  
(ذہبی: تذكرة المخاتل ح ۱ ص ۱۰۶۔ مطبوعہ دائرة المعارف نیز ابن عبدالبر: مختصر جامع بیان علم ص ۲۸ مطبوعہ مصر)

۸۹۔ تہذیب العہدیب لابن حجر ۱۸۲/۷ نمبر ۳۵۱

الذهبی: تذكرة الحفاظ ارج ۴، مطبوعہ دائرة المعارف حیدر آباد دکن۔

جامع عمر بن راشد (مخطوطات انقرہ و استنبول) باب کتاب العلم، نیز دیکھنے مصنف عبدالرازاق باب کتاب العلم (مخطوط ترکی و حیدر آباد) نیز تقدیم الخطیب ص ۳۹۔

بخاری کتاب العلم، باب کتبۃ العلم (۲۹/۳، حدیث نمبر)

صحیح بخاری، ابواب الجہاد والسریر (جزیہ، باب ذمۃ اسلمین ۵۸/۱۰)

صحیح بخاری، باب اثر من عہد ثم غدر (۵۸/۱)

دنیا کا پہلا "تحریری وستور مملکت" (در کتاب: عہد نبوی کا نظام حکمرانی)

مصنف عبدالرازاق جلد دوم باب النہیہ و من آوی محدثاً" (مخطوط حیدر آباد و ترکی)۔ اس حوالے کے لئے میں ذاکر محمد یوسف الدین کا مذکون ہوں، اسناد مقرری (۱۰۲/۱) میں صراحت ہے کہ وستور مدینہ رسول اکرم ﷺ کی تواریخ پر تلقیٰ رہتا تھا۔

سنن ابی داؤد کتاب manusك "باب فی تحريم المدينة".

جلل عائر یا عمر مدینے کی جنوبی حد ہے اور جبل ثور (جو احمد کے مغرب میں ہے) شمالی حد ہے۔ نقشہ کے لئے میری کتاب "عہد نبوی کے میدان جنگ" ملاحظہ ہو۔

بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من التعمق والتتازع فی العلم (۲/۲ حدیث نمبر ۲۹)۔

متن کے لئے دیکھئے: الوطایق المیاسیہ نمبر ۲۸/۷ رب

اس کا تذكرة تقدیم العلم الخطیب ص ۸۸ تا ص ۸۹ میں بھی ہے۔

صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لا تمنوا لقاء العدو، باب اذا لم يقاتل اول النهار باب الصبر عند القتال (تمن

روایتیں)۔

- ۱۰۳ اہن مجر: تہذیب الجہذیب ۱۹۸/۲
- ۱۰۴ اہن مجر: تہذیب الجہذیب ۲۳۶/۲ نمبر (۲۰)
- ۱۰۵ اہن سعد، طبقات جلد سوم حصہ دوم ص ۱۳۲، تہذیب الجہذیب ۲۷۵/۳ نمبر (۸۸۳) جو لوگ لکھنے پڑھنے کے ساتھ ساتھ تیر اندازی اور پیرا کی جانتے تھے انہیں کامل کہا جاتا تھا۔ چنانچہ مورخ بلاذری کا بیان ہے کہ ”سعد بن عبادہ، اسید بن حفیس اور عبداللہ بن ابی اوس بن خولی کامل تھے یعنی کتابت کے ساتھ تیر اندازی اور شناوری بھی جانتے تھے۔“ (بلاذری: فتوح البلدان ص ۲۷۳)، خط کی ابتداء۔
- ۱۰۶ مناظر احسن گیلانی مقالہ بالا (بحوالہ ترمذی، کتاب الاحکام)۔
- ۱۰۷ تہذیب الجہذیب لابن مجر ۱۰/۲۳ نمبر (۷۲۲)
- ۱۰۸ ترمذی کتاب العلل (بحوالہ مناظر احسن گیلانی)۔
- ۱۰۹ بحوالہ مناظر احسن گیلانی۔
- ۱۱۰ سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب الحسم علی المدعی علیہ۔
- ۱۱۱ دیکھئے عرض الانوار المعروف تاریخ القرآن ص ۳۷۱ و مابعد۔
- ۱۱۲ بخاری ح ۲۹ کتاب الاحکام باب حل ماقضی الحاکم اوپتی (۹۳/۱۳) نیز سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ باب القاضی ماقضی و حوضیان۔
- ۱۱۳ بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم (۵۲۳)
- ۱۱۴ ذنواس اور ابرہہ کی طرف اشارہ ہے۔
- ۱۱۵ مندرجہ ذیل جلد ۲، ص ۱۲ تا ۱۳۔ ایسی ہی ممانعت شروع میں ابوسعید الخدرا کو بھی کی گئی تھی (ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی کرامۃ کتابۃ العلم)۔
- ۱۱۶ اہن مجر: تہذیب الجہذیب ۱۲/۲ نمبر (۱۲۶)
- ۱۱۷ کتاب اکٹی، لیلماری ص ۳۳ (بحوالہ مناظر احسن گیلانی)
- ۱۱۸ طبقات ابن سعد، بیک، ص ۱۵۷
- ۱۱۹ داری باب ۳۳ نیز تقدیر الخطیب ص ۱۰۱۔
- ۱۲۰ فتح الباری لابن حجر ۱۸۲/۱ (بحوالہ ذاکر زیر صدیقی)
- ۱۲۱ جامع بیان العلم لابن عبد البر ۲۷۱۔
- ۱۲۲ طبقات ابن سعد جلد چارم، حصہ دوم ص ۲۳ کے مطابق یہ ۵۹ھ میں انہر سال کی عمر میں فوت ہوئے، مرتع قول ۵۸ھ سمجھا جاتا ہے۔
- ۱۲۳ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۳۹۶ مطبوعہ لاہور، ہائیٹش۔
- ۱۲۴ انباء ان ایساں کی اولاد کو کہتے ہیں جو یعنی کو فتح کرنے کے بعد وہیں بس گئے تھے۔ یہ فوج کسری

- نوشیروان نے سیف بن ذی یزن کی درخواست پر جہیلوں سے لڑنے بھی تھی۔ (اسد الغابۃ جلد اول ص ۱۶۳)۔ ۱۲۵
- مطبوعہ حیدر آباد، جلد یازدهم، صفحہ ۶۷، حالات نمبر ۱۰۶، نیز جلد اول ص ۵۷۳۔ ۱۲۶
- یہاں اس طرح شیخ ہے لیکن ان کے بھائی وہب بن محبہ کے حالات (۱۲۹/۱۱ نمبر ۲۸۸) میں بغیر نقطوں کے شیخ بن ذی کنار الیمانی الصعافی النماری لکھا ہے۔ اباء کی آمد یعنی میں جھٹی صدی عیسوی کے اوپر میں آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد ہوئی، لیکن یہاں باپ دادا، سگو دادا سب کے نام ایرانی کی جگہ عربی میں دیے ہیں۔ اس لئے یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ ہام کا تعلق اباء سے نب نہیں بلکہ موالات کے باعث ہوگا اور وہ اصل میں یعنی ہی کے قدیم باشندے ہوں گے اور ممکن ہے کہ وہ اباء کے جبر و تشدید کے زمانہ میں ان کے آباء و اجداد میں سے کسی نے عارضی اور ظاہری طور پر یہودیت بھی قبول کی ہو۔ ۱۲۷
- جیسا کہ ہم نے ابھی اور پر دیکھا، ابن سعد نے ”سنه ایک سو ایک یا دو“ (سنة احادی و الشیں و مائة) لکھا ہے۔ اور پرانے زمانے میں کسی کاتب کے سہو کے باعث وہ ”اکتیس“ ہو گیا اور نووی وغیرہ ہر کسی نے وہی نقل کر دیا بلکہ خود ابن سعد کی طرف بھی ۱۴۳۱ھ منسوب کر دیا جیسا کہ ایجح یعنی رجال ایشیین ج ۲ ص ۵۵۳ میں ہے۔ قال علی بن المديني عن رجل لقى هما انه مات سنة الشیں و ثلاثین و مائة وقال ابن سعد توفي سنة احادی و ثلاثین و مائة رحمة الله. مگر یہ سب اذالات الشرط فات المشروط کے بمصدق قابل رد ہیں۔ ۱۲۸
- ایضاً۔ ۱۲۹
- ایضاً۔ ۱۳۰
- بر موقع (اس کتاب کے کئی مشرقی و مغربی ایڈیشن ہیں)
- حاجی غلیفہ نے بھی وہی پرانی علمی دہرائی ہے صحیح تاریخ ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ ہے۔ ۱۳۱
- معمر بن راشد۔ ۱۳۲
- جامع معمر بن راشد: ابو عروہ بن راشد (وفت ۱۵۳ھ) نے نہ صرف صحیفہ ہام کو بعینہ محفوظ رکھا اور اپنے شاگردوں کو املا کرایا بلکہ ”الجامع“ نامی ایک کتاب حدیث پر خود بھی تالیف کی، جیسا کہ نام ہی بتاتا ہے کہ انہوں نے اس میں ان تمام حدیثوں کو سمجھا کیا ہے جو اپنے مختلف اساتذہ سے سنی اور لکھی تھیں، علم کی خوش قسمتی سے یہ کتاب اب تک محفوظ رہ گئی اور حال میں ترکی میں مل گئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ افزہ کے شعبہ تاریخ کے کتب خانے میں (ذخیرہ اسماعیل صاحب ۲۱۲ پر) ہے اور ناقص و دریدہ لیکن بہت قدیم ہے یعنی ۳۶۲ھ میں انگلی (اچین) کے شہر طیبلہ (نولیدو) میں لکھا گیا ہے، دوسرا نسخہ کامل ہے اور اسنوں کے کتب خانہ فیض اللہ آفندی میں (۵۵۱ پر) ہے اور ۲۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب پر استبول یونیورسٹی کے نوجوان فاضل استاذ ڈاکٹر فواد سرگین نے ”ترکیات مجموعہ سی“ نامی رسالے کی بارہویں جلد (۱۹۵۵ء) میں ص ۱۱۵ تا ۱۳۲ پر ایک دلچسپ مقالہ بھی ترکی میں لکھا ہے جس کا عنوان ہے ”حدیث مصنفا تک مبدی و معمر بن راشد ک جامعی“ یہ کتاب راوی وار نہیں بلکہ موضوع وار مرتب ہوئی ہے، سرسری مطالعے پر اس میں ہمارے

صحیفہ ہام کی روایت کا بھی آٹھویں دس بار حوالہ نظر آیا لیکن معرف کی کوشش یہ معلوم ہوتی ہے کہ تحریر نہ ہو چنانچہ صحیفہ ہام کی روایت بھی خود ہی سے متعلق ہونے کے باعث اس کو مکر کتاب الجامع میں نقل و ضم نہیں کیا۔ البته صحیفہ ہام کی حدیث، ہام کے سوا کسی اور راوی سے ملیں تو اس جدید سند کے ساتھ ان کو "الجامع" میں ضرور درج کیا ہے۔ اس طرح ایک ہی حدیث کئی کئی مأخذوں سے معلوم ہونے کے باعث معتبر تر ہی ہو جاتی ہے، جامع معرف دو سو سے کچھ زائد ورق پر مشتمل ہے، ممکن ہے کہ اس کی اشاعت کی جلد ہی نوبت آئے۔

## ۱۳۳۔ عبد الرزاق بن ہام

مصنف عبد الرزاق: یہ عبد الرزاق بن ہام الصعافی الیمنی بھی بڑے مولف گزرے ہیں۔ انہوں نے المصنف نامی ایک فتحیم تالیف دو جلدوں میں علم حدیث پر چھوڑی ہے۔ انہوں نے نہ صرف معرف بن راشد سے فتحیم تلمذ حاصل کیا بلکہ بہ کثرت دیگر اساتذہ سے بھی حدیث کی معلومات حاصل کیں اور سب کو سمجھا کیا اس لئے تاگزیر ان کی تالیف جامع تر اور فتحیم تر ہو گئی، مصنف عبد الرزاق کے مخطوطے استنبول اور صنعاء میں کال اور حیدر آباد دکن، ٹوک اور حیدر آباد سنده اور مدینہ منورہ وغیرہ میں ناقص ملتے ہیں۔ اہل علم کو یہ سن کر سرت ہو گئی کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر، ڈاکٹر محمد یوسف الدین اسے آجکل ایٹھ کر رہے ہیں اور جنوبی افریقیت کے عالم اور علم دوست تاجر مولانا الحاج محمد موسیٰ میان صاحب اس کی اشاعت میں وکھپی لے رہے ہیں۔ اس کتاب میں بھی صحیفہ ہام کی حدیثیں کثرت سے موجود ہیں۔

۱۳۴۔ امام احمد بن حبل "بقام بغداد ۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ امام شافعی" سے درس حاصل کیا اور ۲۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ امام بخاری" (۱۹۳ھ تا ۲۵۶ھ) اور امام مسلم (۲۰۳ھ تا ۲۶۱ھ) جیسے جلیل القدر محدثین، امام احمد" کے شاگرد تھے۔

۱۳۵۔ ان کے حالات کے لئے دیکھو ارشاد یاقوت ۷/۲۰۸۔ ابیطی ص ۲۲ برہمن کی جو من کتاب (تاریخ ادبیات عربی) فتحیم جلد اول صفحہ ۲۰۲ نیز فتحیم، فتحیم، جلد اول ص ۲۳۷ وفات این خلاکان نمبر (۲۳۱)۔

۱۳۶۔ دیکھیے سند این حبل طبع اول جلد دوم ص ۳۱۲ تا ۳۱۹

۱۳۷۔ دیکھو ڈاکٹر زبیر صدیقی مقالہ "السیر العہدیت فی تاریخ تدوین الحدیث" جو موتمر دائرة المعارف حیدر آباد میں پڑھا گیا اور رومنیاد موتھر میں شائع ہوا۔ وہاں یہ بحث ص ۳۳ تا ۵۵ میں آئی ہے۔

۱۳۸۔ کتاب الانساب للسعافی تحت ماذہ "قطان"۔

۱۳۹۔ بریکٹوں ( ) کے مابین کی عبارت بخاری رائے میں کاتب کی سہو سے چھوٹ گئی ہے۔

۱۴۰۔ اس نے جرمن زبان میں ساری دنیا کی عربی کتابوں کی ایک فہرست چھپا لی ہے اور ہر کتاب کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کا مولف کون تھا (معنی تفسیر سوانح عمری)، کتاب کے کتنے مخطوطے دنیا کے کس کتب خانے میں (حوالہ نمبر فہرست) پائے جاتے ہیں، ساتھ ہی اگر وہ چھپ بھی گئی ہے تو کب کب اور کہاں چھپی ہے۔ یہ سات جلدیں میں تقریباً پانچ بزار بریکٹاپ کے صفحوں میں جرمن زبان میں چھپی ہے۔ اس کا نام ہے

”تاریخ ادبیات عربی“۔

### Geschiehte Der Arabischen Litteratur

- چونکہ اس کتاب میں حروف تہجی پر اشاریہ بھی ہے اس لئے یہاں صفحوں کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔
- ۱۲۱۔ تقدیر الحلم للخطیب البغدادی (طبع دمشق ۱۹۳۹ء) ص ۲۹ تا ۳۲ اور اسی کے ناشر کے حاشیے کے مطابق مختلف الحدیث لابن قبیلہ ص ۳۶۵، مسند ابن حبیل ۳۲۱، کتاب المصاحف، ورق ۲۲، سنن داری ۱۱۹/۱ (باب ۲۲)۔
- ۱۲۲۔ جمیع الرواائد ارجاعات (از حوالہ بالا)
- ۱۲۳۔ تقدیر الحلم للخطیب، ص ۳۲ تا ۳۳ (ناشر کے مطابق یہ ترمذی ۳۲ میں بھی ہے)۔
- ۱۲۴۔ باب ۲۲ (۱۱۹/۱)،
- ۱۲۵۔ تقدیر الحلم للخطیب ص ۳۵
- ۱۲۶۔ مقریزی: امتاع الامان، ۱۱۹/۱
- ۱۲۷۔ تقدیر الحلم للخطیب ص ۳۲ تا ۳۳، نیز مسند ابن حبیل ۱۲۲ تا ۱۳۳
- ۱۲۸۔ الیضا، ص ۳۲ تا ۳۵
- ۱۲۹۔ الیضا، ص ۷۲ تا ۷۳
- ۱۳۰۔ مسند داری باب ۳۳ (متن رخص فی کتابۃ الحلم)۔
-